

شرعی موزوں پر مسح کا شرعی حکم

تالیف

فقہ کشمیر حضرت مولانا مفتی پیرزادہ محمد مظفر حسین شاہ مخدومی قاسمی دامت برکاتہم
ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت جموں و کشمیر و شیخ الحدیث دارالعلوم سوپور کشمیر

ناشر

مکتبہ مظفر

مائسمہ بازار سرینگر کشمیر

حقوق طبع محفوظ

نام کتاب: شرعی موزوں پر مسح کا شرعی حکم
مؤلف: مفتی محمد مظفر حسین صاحب قاسمی مدظلہ العالی
(صدر مفتی دارالافتاء دارالعلوم سوپورہ کشمیر)
ناشر: مکتبہ مظفر مائسمہ بازار سرینگر کشمیر
قیمت:
طبع رابع: دسمبر ۲۰۱۸ء

33	امام مالک کا مسلک
34	امام احمد بن حنبل کا مسلک
34	فائدہ
35	صاحبین کا مسلک اور حنفیہ کا مفتی بہ قول
35	عام سوتی موزوں پر مسح کے قائلین کے دلائل اور ان کا جواب
35	عقلی دلیلوں کا جواب
38	احادیث کا صحیح مطلب
38	پہلی حدیث اور اس کا جواب
39	یہ حدیث مجمل ہے
40	گویا حضرت استاذ مدظلہ کے بقول اس حدیث میں تین احتمال ہیں
40	اجمال کی وضاحت میں علماء کی آراء
42	حدیث کے بارے میں محدثین کی آراء
43	دوسری حدیث کا صحیح مطلب
44	مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں محدثین کی آراء
45	تیسری حدیث کا جائزہ
46	چوتھی دلیل آثار صحابہ سے استدلال اور اس کا جواب
49	پانچویں دلیل کا جواب تسامخین کے پہلے معنی
50	تسامخین کے دوسرے معنی
51	تسامخین کے تیسرے معنی
52	حافظ ابن تیمیہ کا مسلک
52	مذکورہ دلائل پر ایک اجمالی تبصرہ

صفحہ نمبر	عنوان
7	ارشاد گرامی۔۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند
8	تقریظ: از حضرت مولانا مفتی نذیر احمد قاسمی صاحب شیخ الحدیث و صدر مفتی دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر
11	پیش لفظ طبع ثانی
13	الاستفتاء: از شہید الاسلام الحاج مولانا مفتی محمد جمال الدین قاسمی صاحب
14	دین خیر خواہی کا نام ہے
15	وضو میں چار فرض ہیں
16	ایڑیوں کے خشک رہنے پر وعید
18	پیروں کے بارے میں تخفیف
19	خنسین پر مسح کا ثبوت
20	خنسین پر مسح کرنے کا مطلب
21	خف کسے کہتے ہیں
21	حضور کے خنسین کس چیز کے تھے
23	تنقیح مناط
25	جہاں حکم کی علت ہوگی وہاں ہی حکم لگے گا
26	خنسین کے علاوہ موزوں کی قسمیں اور ان کا حکم
29	ایک غلط فہمی کا ازالہ
31	سوتی اور نائیلاں کے موزوں کا حکم
32	شوائف کا مسلک

بسم اللہ الرحمن الرحیم ”ارشاد گرامی“

حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم . اما بعد .

عزیز گرامی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کا رسالہ ”مسح علی الخفین“ کے مسائل اور اس کے احکام کا جگہ جگہ سے مطالعہ کیا، بحمدہ تعالیٰ نہایت محقق اور مدلل پایا بالخصوص سوتی رقیق موزوں پر مسح کے قائلین کی نہایت مدلل اور مکمل تردید فرمائی ہے، یہ حضرات اجماع کے خلاف سوتی موزوں پر مسح کے قائل ہیں چنانچہ اعلیٰ السنن جلد اول صفحہ ۲۴۴ میں مرقوم ہے ”و کذلک اتفقوا علی عدم جواز المسح علی الرقیقین ینسفان واختلفوا فی الشحینین الخ“ اس لئے تمام مسلمانوں سے گزارش ہے کہ کسی نا اہل اور نا آشنا علم حدیث و فقہ کے کہنے یا کسی رسالہ میں لکھنے کی وجہ سے اپنی نماز کو خراب نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو شرف قبولیت سے نوازیں اور جملہ مسلمانوں کیلئے ذریعہ ہدایت بنائیں اور مؤلف موصوف کو مزید دینی خدمت کے مواقع فراہم فرمائیں، آمین۔

ایں دعا زمیں و از جملہ جہاں آمین باد

ناکارہ: عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

خادم دارالعلوم دیوبند

۱۸/ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ

53	اہل حدیث کے چوٹی کے علماء کی آراء
55	اصول فقہ سے مذکورہ احادیث کا جواب
56	مزید ایک دلیل
56	ایک اور انداز سے
57	ایک سمجھ میں آنے والی بات
57	خلاصہ کلام
58	آخری گزارش
58	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جرابوں پر مسح کی اجازت دی تھی لیکن۔۔۔
59	مکتوب
59	جواب
66	مزید تشریح
73	جور بن پر مسح جائز نہیں ہے، اہل حدیث حضرات غور کریں
79	چند ضروری مسائل
82	مسح کے سنن و مستحبات
82	موزوں پر مسح کی مدت
83	موزے کا مسح کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے
86	تقریظ۔۔۔ از مولانا مفتی بشیر احمد صاحب۔ استاذ حدیث دارالعلوم سوپور
87	کلمات بابرکات۔۔۔ حضرت حمید اللہ صاحب زیدہ مجدہ
88	تصدیق۔۔۔ مولانا مفتی سید عبدالرحیم قاسمی صاحب مہتمم دارالعلوم المصطفوی توحید گنج بارہمولہ
90	تقریظ از: مولانا شفیق الرحمن صاحب قاسمی صاحب ایکڈمی آف آرٹ کلچر لینگو تیز لال منڈی سرینگر

شیخ الحدیث و صدر مفتی دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

دین اسلام میں عمل کے اعتبار سے نماز اہم ترین عمل ہے اس عمل کی اہمیت اور فرضیت کی وجہ سے قرآن وحدیث میں سب سے زیادہ تاکید اور اس کے اہتمام کا حکم دیا گیا ہے اور یہاں تک ارشاد فرمایا گیا کہ ”من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر“ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کا کام کیا اس درجہ سخت وعید کے معنی ہی یہ ہیں کہ یہ عمل اسلام میں سب سے اہم، فرضیت کے اعتبار سے سب سے مؤکد اور ترک کے اعتبار سے سب سے خطرناک ہے حتیٰ کہ بعض حالتوں میں سلب ایمان کا خطرہ ہے اس عمل کے انجام دینے کے لیے جہاں آیات کریمہ کی کثرت ہے وہیں اس کے فرائض، سنن، مستحبات مکروہات اور مفسدات کو سب سے زیادہ تفصیل سے زبان رسالت ﷺ سے بیان فرمایا گیا ہے۔ اس عظیم عبادت کی انجام دہی کے لیے سب سے مہتم بالشان عمل طہارت کا عمل ہے۔ اس طہارت کی اہمیت اور اس کی تفصیلات کے متنوع ہونے کی وجہ سے حدیث وفقہ کی کتابوں میں سب سے پہلے اسی طہارت کا بیان ہوتا ہے۔۔۔۔۔ خصوصاً سنن میں اور فقہ کی تمام کتابوں میں آغاز تو کتاب الطہارت سے ہوتا ہے، طہارت میں با وضو ہونا اور با غسل ہونا دونوں ضروری ہیں۔ اسی کو حدث اصغر اور حدث اکبر سے طہارت کہتے ہیں ان دونوں میں پاؤں کا دھونا لازم ہے جیسے وضو میں چہرے اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا اور سر کا مسح کرنا فرض ہے اسی طرح پاؤں کا دھونا بھی فرض ہے اور جیسے غسل میں پورے جسم کو دھونا ضروری ہے ایسے وضو میں پاؤں کا غسل ضروری ہے لیکن شریعت اسلامیہ کا ایک امتیاز یُسُر اور سہولت بھی ہے چنانچہ پاؤں پر اگر خف پہنے ہوئے ہوں تو پھر اس خف پر مسح کرنا بھی کافی ہے یہ مسح چونکہ خود حضرت رسول اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے اس لئے پاؤں کے متعلق دھونے کے حکم قرآنی کے باوجود خف پر مسح کرنا امت

مسلمہ خصوصاً اہل سنت والجماعت کا امتیاز ہے۔ چڑے کے موزوں کے علاوہ دیگر جتنے قسم کے موزے ہیں ”چاہے وہ سوت کے ہوں، اون کے ہوں یا دوسرے کسی دھاگہ کے“ کسی قسم کے موزوں پر مسح درست نہیں۔ ہاں جو موزے اپنے اوصاف اور شرائط میں چڑے کے موزوں کے عین مماثل ہوں ان پر مسح کی اجازت دی گئی ہے اور وہ بھی بر بنائے اجتہاد نہ کہ بر بنائے نص حدیث۔۔۔

چمڑے کے موزوں کے علاوہ دیگر اونانی یا سوتی موزوں پر مسح کرنے کے سلسلے میں یقیناً کچھ احادیث بھی ہیں مگر وہ حد درجہ ضعیف ہیں اس لئے اہل سنت والجماعت میں سے کوئی بھی متبوع محدث یا امام اور فقہاء اربعہ کے متبعین میں کسی بھی مسلک میں ان ضعیف احادیث کی بنا پر مسح کو درست نہ سمجھا گیا ڈیڑھ ہزار سال کی تاریخ یہی ہے اس بنا پر یہ طے ہے کہ اگر کسی شخص نے وضو میں پاؤں نہ دھوئے بلکہ صرف ان موزوں پر مسح کیا جن پر مسح کا جواز ہی نہیں تو یقیناً ایسا شخص اپنی نماز کو بے وضو پڑھ رہا ہے آج کا عہد دین داری میں ضعف کا ہے سستی وغفلت عام ہے غلط سہولتیں اور رخصتیں ڈھونڈنے کا مزاج ہے اس لیے بکثرت عام موزوں پر مسح کرنے کا سلسلہ قائم ہے۔ اور دین میں بے جا سہولت پسندی کا شائبہ ہے کہ یہ دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں رہی حدیث میں کیا ہے کس قسم کے موزوں پر مسح کی اجازت ہے فقہاء و محدثین اور مستند اہل علم نے اس سلسلے میں کیا کیا لکھا ہے خود اپنے مسلک کے علماء جن کو سرخیل سمجھا جاتا ہے ان کی تحقیقات کیا ہیں اور نماز جیسا عمل اس سطحیت پسندی سے برباد تو نہیں ہو رہا ہے اس کی بھی پروا نہیں بس دیکھا دیکھی سوتی اونانی موزوں پر مسح کرنے کا سلسلہ چل پڑا ہے اور المیہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں کتابیں بھی لکھی گئیں جن کا نتیجہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کی نمازیں برباد بھی ہوں اور وہ اپنی نمازوں کو صحیح سمجھنے کے زعم میں مگن بھی رہیں۔

اس لیے اس کی شدید ضرورت تھی کہ اس مسئلہ پر پوری تحقیق و تدقیق سے لکھا جائے اور امت کے سامنے حق کو پھر واضح کیا جائے اللہ تعالیٰ جزائے خیر بھی عطا فرمائے اور احقاق حق کی مزید توفیق سے نوازے ہمارے فاضل اور پر مغز تحقیق کا ذوق رکھنے والے حدیث و فقہ پر گہری نظر رکھنے والے ہمارے

رفیق محترم نے امید کے مطابق شاندار اور اطمینان بخش تحقیق فرمائی اور مسئلہ کو آفتاب نصف النہار کی طرح واضح کر دیا کہ چمڑے کے موزوں کے علاوہ دیگر عام موزوں پر مسح کرنا ہرگز درست نہیں موصوف نے اس سلسلے میں ائمہ اربعہ کا مسلک بھی نقل فرمایا۔ جن احادیث سے ہر قسم کے موزوں پر مسح کے جواز کا گمان ہو سکتا ہے ان احادیث کا ضعیف ہونا واضح کیا، فقہی اصولوں اور شارحین حدیث کی تشریحات سے مسئلہ کو مبرہن کیا خود ان کے اساطین و اکابرین کی تحریرات بھی شامل کتاب کیں تاکہ مکمل طور پر اتمام حجت ہو اور حق قبول کرنے کی توفیق ملے مزید یہ کہ مولانا سید عروج قادری کے دو مفصل مضامین جو انہوں نے اسی مسئلہ پر لکھے ہیں وہ بھی نقل فرمائے۔ اور اخیر میں بڑی دسوزی سے یہ گزارش کی کہ اس تحریر کو بغور پڑھیں، اور سمجھ کر سہولت پسند لوگوں کو نرمی سے سمجھائیں تاکہ ان کی نماز ضائع نہ ہو۔ اور شرعی موزوں کے استعمال کی ترغیب دیں تاکہ شرعی رخصت کا فائدہ بھی حاصل ہو اور بے وضو نماز پڑھنے کے وبال سے نجات ملے۔ اس اپیل کے بعد اگرچہ اتمام حجت ہو گیا ہے اس لئے نمازوں کو تباہ کرنے والا یہ عمل جو بے دلیل اور سفسطہ پڑتی ہے ترک ہو جانا چاہئے لیکن جو اپنے چوٹی کے علماء کی بات نہ ماننے پر بضد ہو جن کا نام ان کے لئے سرمایہ افتخار ہے کیا ان سے توقع رکھی جائے وہ اس حق کو قبول کریں گے جو صحابہ سے لے کر آج تک ساری امت اور اہل سنت والجماعت کا اجتماعی مسلک اور متفقہ آواز ہے۔ جو کتاب ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ ایسے مسئلہ کے متعلق ہے کہ جو اپنی ابتدائی درجہ میں بہت آسان ہے اور وہ یہ کہ عام سوتی اوئی موزوں پر مسح جائز نہیں لیکن ان عام موزوں پر مسح کرنے کے لیے جو ضعیف احادیث پیش کر کے عمل صلوٰۃ کو فساد کا شکار بنایا جا رہا ہے ان احادیث پر تحقیقی بحث قدرے غامض عام سطح فہم سے بلند اور خشک علمی بحث ہے اس لئے ممکن ہے عام قاری یہ تحقیقات پڑھتے ہوئے طبیعت کے انقباض میں مبتلا ہوں مگر یہ ساری علمی و تحقیقی بحث ناگزیر ہے جو کامیاب طور پر پیش کی گئی مصنف کتاب نے اپنی دوسری تحقیقی کتابوں کی طرح اس میں بھی بحث و تحقیق کے گلستان سجائے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو مفید و نافع بنائے۔

العبد: نذیر احمد غنی عنہ القاسمی

پیش لفظ طبع ثانی

”موزوں پر مسح کا شرعی حکم“ ایک سوال کے جواب میں لکھی گئی کتاب (۱۴۱۷ھ/۱۹۹۴ء) میں شائع ہوئی تھی اور آج کوئی نسخہ بھی دستیاب نہیں ہے احباب کا تقاضہ اسکی دوبارہ اشاعت کا مسلسل رہا لیکن میرا ارادہ تھا کہ اس پر نظر ثانی کر کے کچھ اضافوں کے بعد اسکو دوبارہ شائع کروں جس کیلئے وقت درکار تھا، تدریسی اور دیگر مشاغل کی وجہ سے یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا لیکن اس جاڑے میں بعض احباب نے شدید تقاضہ کیا اور کہا کہ اب تو مساجد کے ائمہ حضرات بھی عام موزوں پر مسح کر کے اپنی اور مقتدیوں کی نمازوں کو برباد کر رہے ہیں، لہذا اگر اس کو فی الحال بعینہ شائع کیا جائے تو فائدے سے خالی نہیں رہے گا۔ میں اس کیلئے آمادہ ہوا، بجلت اس میں مندرجہ ذیل امور کا اضافہ کیا گیا۔

(۱): جماعت اسلامی کے مرحوم بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے رسائل و مسائل جلد دوم میں عام موزوں پر مسح کے جواز کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کی تھی جس کو کچھ حضرات عام موزوں پر مسح کیلئے دلیل میں پیش کرتے ہیں، مولانا مودودیؒ کی تحقیق کا جائزہ لینا ضروری تھا کہ خوش قسمتی سے جماعت اسلامی ہی کے ایک صاحب علم (جو صوبائی مجلس شوریٰ مرکزی مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند کے رکن رہے ہیں مرکز جماعت اسلامی ہند دہلی میں امیر جماعت کی عدم موجودگی میں بارہا آپ نے امارت کی ذمہ داری نبھائی ہے اس کے علاوہ مسلمانان ہند کی نمائندہ اور باوقار اداروں مسلم پرسنل لاء بورڈ اور مجلس مشاورت کے بھی سرگرم ممبر رہے ہیں، ماہنامہ ”زندگی“ راہپور جماعت اسلامی ہند کا ترجمان تھا پچیس سال سے زیادہ عرصے تک اس کی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے، متعدد علمی کتابوں کے مصنف ہیں) حضرت مولانا سید احمد عروج قادریؒ کا ایک علمی مضمون احکام و مسائل جلد دوم میں نظر سے گزرا جس میں انہوں نے آسان عبارت میں مولانا کی تحقیق کا علمی تجزیہ کر کے جمہور علماء کی بھرپور وکالت کی ہے (پھر محترم جناب ملک غلام علی نے ترجمان القرآن میں مولانا مودودیؒ کا دفاع کرتے ہوئے اس کا جواب لکھا، مولانا سید احمد عروج نے مزید تشریح کے عنوان کے بعد اس کا جواب بھی لکھا ہے) ہم نے اس کو بھی

بعینہ نقل کیا ہے، جماعت اسلامی کے احباب اس پر غور کریں

6

(۲) کتاب کے پہلے ایڈیشن میں میں نے غیر مقلدین کے اکابر علماء کی کتابوں سے بہت سے حوالہ جات نقل کیے تھے کہ عام موزوں پر جمہور علماء کے ساتھ ساتھ غیر مقلدین کے اکابر علماء بھی مسح کے عدم جواز کے قائل ہیں اس موقع پر میں نے ان کی تین اہم کتابوں (۱) فتاویٰ نذیریہ (۲) فتاویٰ ثنائیہ (۳) فتاویٰ علماء حدیث کے پورے اقتباسات نقل کیے ہیں، مقصد صرف یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے علماء کی آراء سے استفادہ کر کے اپنی نمازوں کو بچائیں۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم صرف صحیح حدیثوں پر عمل کرتے ہیں لیکن عام موزوں پر مسح کے سلسلے میں کوئی بھی حدیث صحیح ہے نہ صریح ہے بلکہ ان کا ضعف نمایاں ہے جو ان کے علماء کو بھی تسلیم ہے اس لئے انہوں نے بھی مسح کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے لیکن اصاغر حضرات اپنے اکابر کی تحقیقات کو بھی نظر انداز کر کے ضعیف حدیثوں پر عمل کر رہے ہیں اور ایسی ضعیف کہ جن سے حکم قرآن میں تغیر لازم آتا ہے، واضح رہے کہ وضو میں اصل حکم پیروں کا دھونا ہے خفین (چمڑے کے موزوں) پر مسح کے سلسلے میں چونکہ احادیث متواترہ ہیں اسلئے شرعاً ان پر مسح کی اجازت ہے اگر احادیث صحیح بھی ہوں لیکن تواتر کے درجے کی نہ ہوں تو وہ حکم قرآن کو تبدیل نہیں کر سکتے ہیں چہ جائیکہ وہ احادیث ضعیف ہوں بڑے بڑے محدثین نے ان کو ناقابل استدلال قرار دیا ہو، یہ بھی واضح رہے ”خف“ عربی لفظ ہے اس کے معنی موزے کے نہیں ہیں بلکہ چمڑے کے موزے کے ہیں بعض لوگ غلط معنی کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں، بہر حال ان اضافوں کی وجہ سے اگرچہ کتاب کی ضخامت بڑھ گئی لیکن یہ محض اس لئے گوارہ ہے کہ شاید مطالعہ کرنے والے حقیقت سے واقفیت حاصل کر کے اپنی اور دوسرے مسلمانوں کی نمازوں کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ اللہم اھدنا فی من ہدیت

آمین یا رب العالمین

(حضرت مولانا مفتی محمد مظفر حسین قاسمی (صاحب)

شیخ الحدیث و صدر مفتی دارالافتاء والقضاء جامعہ دارالعلوم سوپور کشمیر

الاستفتاء

از شہید اسلام الحاج مولانا مفتی محمد جمال الدین القاسمی رحمۃ اللہ علیہ
(مفتی اعظم کپواڑہ)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) وضو میں کتنے فرض ہیں؟ جس طرح وضو میں سر پر مسح کرنا کافی ہے، کیا اسی طرح پیروں پر بھی مسح کرنا کافی ہے اگرچہ موزے پہنے ہوئے نہ ہوں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض حضرات پیروں پر مسح کرتے تھے یہ کہاں تک صحیح ہے؟

(۲) اگر موزوں پر شریعت میں مسح کرنا جائز ہے تو وہ موزے کون سے ہیں کیا ہر قسم کے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، چاہے سوتی ہوں یا اونی یا عام نائیلون کے؟ یا چمڑے کے ہونے ضروری ہیں؟

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عام سوتی موزوں پر بھی مسح جائز ہے اور کہتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں ان پر مسح کرنے کی اجازت ہے اور کچھ ائمہ مساجد بھی عام سوتی موزوں پر مسح کرتے ہیں اور کچھ کتابوں کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور ان کا خوب پرچار کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ پہلے عام سوتی موزوں پر مسح کرنے کو ناجائز کہتے تھے لیکن اپنی وفات سے کچھ روز پہلے انہوں نے خود عام موزوں پر مسح کیا اور دوسروں کو بھی ان پر مسح کرنے کی اجازت دے دی چونکہ یہ مسئلہ اب موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ اس لئے آپ مدلل طریقہ پر ان کا جواب لکھیں آیا یہ لوگ صحیح کہتے ہیں یا غلط، اور خود اپنی اور دوسروں کی نمازیں برباد کرتے ہیں؟ نیز ان ائمہ مساجد کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں، جو عام موزوں پر مسح کرتے ہیں؟

المستفتی۔ (شہید مولانا مفتی محمد جمال الدین القاسمی رحمۃ اللہ

سرپرست شرعی بورڈ کپواڑہ کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله

دین خیر خواہی کا نام ہے

”عن تمیم الداری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدین النصیحة قلنا لمن قال لله ولکتابہ ولرسولہ ولا ئمة المسلمین وعامتہم“

(مسلم شریف جلد ۱، ابوداؤد شریف جلد ۲/۶۷۹)

حضرت تمیم داریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین نصیحت اور خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے عرض کیا کس کی خیر خواہی؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کے حکام اور عام مومنوں کی خیر خواہی کا نام دین ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں علمائے کرام نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت اور خیر خواہی کا معنی یہ ہے کہ اس کی وحدانیت کے بارے میں اعتقاد صحیح ہو اس کی عبادت میں نیت خالص ہو، اس کی کتاب کے حق میں نصیحت یہ ہے کہ اس کتاب پر ایمان لائے اور جو کچھ اس میں درج ہے اس پر عمل کرے اور اس کے رسول ﷺ کے حق میں نصیحت یہ ہے کہ ان کی نبوت کی تصدیق کرے اور جس چیز کا انہوں نے حکم دیا ہے اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سلسلے میں ان کی اطاعت کرے۔ ائمہ مسلمین کی نصیحت یہ ہے کہ حق کی بات میں ان کی فرمانبرداری کرے اور عام مسلمانوں کے حق میں نصیحت یہ ہے کہ ان کو وہ بات بتائے جس میں ان کی دنیا اور آخرت کا فائدہ ہو، ان کو تکلیف نہ دے ان کو دین کی وہ بات سکھائے جو وہ نہیں جانتے اور زبان و ہاتھ سے ان کی مدد کرے ان کے عیبوں کو چھپائے ان کی تکلیف کو دور کرے ان کے فائدے کیلئے کوشش کرے ان کو نیک بات کا حکم دے اور بری بات سے نرمی، اخلاص اور شفقت سے منع کرے اور چھوٹے بڑوں

کی تعظیم کریں اور بڑے چھوٹوں پر شفقت کریں اور ان کو اچھی نصیحت کریں ان کے ساتھ دھوکہ اور حسد نہ کرے۔ اور ان کیلئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرے اور ان کے مال و عزت کی حفاظت کرے۔

(حاشیہ ابوداؤد جلد ۲/۶۷۹ مع شرح مسلم نووی جلد ۱/۵۴)

اس حدیث اور اس کی تشریح سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نصیحت اور خیر خواہی دین ہے اور عام مسلمانوں کیلئے خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے سامنے صحیح دین پیش کیا جائے جس سے ان کو دنیا اور آخرت میں فائدہ ہو اور ان کے غلط اعمال و عقائد درست ہو جائیں۔

اس حدیث کے پیش نظر مناسب معلوم ہوا کہ سوال کا جواب قدرے تفصیل سے دیا جائے تاکہ صحیح حکم شرعی واضح ہو جائے اور ان لوگوں کے شبہات بھی دور ہو جائیں جو درحقیقت جہل مرکب میں مبتلا ہیں۔ جس چیز کو نہیں جانتے اسے جاننے والوں سے پوچھنے کے بجائے خود عالم بلکہ مجتہد بن کر فیصلہ صادر کرتے ہیں اور غلط چیزیں عوام کے سامنے بیان کر کے خود گمراہ ہو کر عوام الناس کو گمراہ کرنا شروع کرتے ہیں اور غیر معتبر کتابوں کا سہارا لے کر لوگوں کی نمازیں برباد کرتے ہیں اور دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھتے ہوئے آخرت کی جواب دہی سے بالکل غافل ہوتے ہیں۔

وضو میں چار فرض ہیں

شریعت میں ایمان کے بعد سب سے زیادہ تاکید ترغیب اور اہمیت نماز کی ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی شریعت نماز کے حکم سے خالی نہ تھی لیکن نماز کے صحیح ہونے کیلئے بہت شرطیں ہیں ان میں ایک اہم شرط وضو ہے وضو کے بغیر نماز پڑھنا بالکل جائز نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے ”لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور“ طہارت یعنی وضو کے بغیر نماز صحیح نہیں ہے۔

(ترمذی شریف جلد ۱/۳)

اور وضو میں چار فرض ہیں، قرآن شریف کا حکم ہے ”یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الى الصلوٰۃ

فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق وامسحوا برؤوسكم وارجلكم الى الكعبين، (سورة مائدة: آیت ۶) ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے اٹھو تو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں سمیت دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھو لو۔

ایڑیوں کے خشک رہنے پر وعید

قرآن شریف کے حکم سے یہ ثابت ہے کہ وضو میں چوتھا فرض پیروں کا دھونا ہے، اس بارے میں اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ پیروں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ پیروں کا دھونا ضروری ہے، بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض پیروں پر مسح کے قائل ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے مایہ ناز شاگرد محدث کبیر مولانا محمد یوسف بنوریؒ ترمذی شریف کی مقبول ترین شرح (جس میں انہوں نے شاہ صاحبؒ کے علوم کو بیان فرمایا ہے) معارف السنن میں فرماتے ہیں ”وما ثبت المسح عن علیؑ وابن عباسؓ وانسؓ فلیس بحجة حيث ثبت رجوعهم عنه وقال ابن ابی لیلی اجمع اصحاب رسول اللہ ﷺ علی غسل القدمین کما رواہ سعید بن منصور و حکاہ ابن حجر وغیرہ“ (معارف السنن ۱/۱۸۹) یعنی جن صحابہ مثلاً حضرت علیؑ، ابن عباسؓ اور انس رضی اللہ عنہم وغیرہ سے پیروں پر مسح کرنا منقول ہے وہ حجت نہیں ہے کیوں کہ ان کا اس سے رجوع کرنا ثابت ہے اور ابن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کا پیروں کے دھونے پر اتفاق ہے جیسا کہ سعید بن منصور نے اس کو روایت کیا ہے اور ابن حجر وغیرہ نے اس کو بیان کیا ہے۔

البتہ شیعوں اور روافضوں کے نزدیک وضو میں پیروں پر مسح کرنا فرض ہے، علامہ کاسانی فرماتے ہیں ”وقالت الرافضة الفرض هو المسح لا غیر“ (بدائع الصنائع جلد ۲/۷۲)

اہل سنت والجماعت کے نزدیک وضو میں پیروں کا دھونا فرض ہے اگر دھوئے جانے والے اعضاء میں سے معمولی جگہ بھی خشک رہ گئی کہ وہاں تک پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا اور نہ ہی نماز پڑھنا جائز ہے جب تک کہ پانی نہ پہنچائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے صحابہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک جماعت کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کرنے میں جلدی کی اور ان کے پیر کی ایڑیاں خشک رہ گئیں اور انہوں نے وہاں تک پانی نہیں پہنچایا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”ویل للاعقاب من النار“ یعنی ایڑیوں کیلئے آگ کی ہلاکت ہے اور ان کو حکم دیا اچھی طرح وضو کرو۔

”عن عبد الله بن عمرو: قال تخلف النبي عنا في سفر فادر كنا وقد ارهقنا العصر فجعلنا ننو ضاً ونمسح على ارجلنا فنأدى باعلى صوته ويل للاعقاب من النار مرتين او ثلاثاً“ (بخاری شریف جلد ۱/۲۸، حاشیہ ترمذی شریف جلد ۱/۱۶)

عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ ایک غزوہ کے سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے پھر آپ ہم سے اس وقت آئے جب عصر کا وقت تنگ ہو گیا تھا اور ہم (جلدی کی وجہ سے) پیروں پر مسح کر رہے تھے آپ نے بلند آواز سے پکارا دیکھو دوزخ کی آگ سے ایڑیوں کی خرابی ہوگی آپ نے یہ دو یا تین بار فرمایا، یہ حدیث بتاتی ہے کہ اگر وضو میں پیروں کا دھونا فرض نہ ہوتا تو حضور ﷺ ان کو اتنی سخت وعید نہیں سناتے۔ ”ویل“ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے اور اس سخت وعید کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو فرض کو چھوڑ دے۔

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”انہ روی جابر وابو هريرة وعبد الله بن عمر و غیرہم أن رسول الله رای قوما تلوح اعقابهم لم یصبها ماء فقال ویل للاعقاب من النار“ (بدائع الصنائع جلد ۱/۷۲)

حضرت جابر، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک جماعت کو دیکھا کہ ان کی ایڑیاں خشک رہنے اور وہاں تک پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے چمک رہی تھیں تو آپ نے فرمایا: ”ویل للاعقاب من النار“ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں ”وفی حدیث الباب رد علی الروافض الملاعنة“ (العرف الشذی جلد ۱/۱۵) یعنی ترمذی شریف کی اس حدیث میں ملعون روافض پر رد ہے جو پیروں پر مسح کے قائل ہیں، اس کے بعد علامہ کاسانی لکھتے ہیں

”وقد ثبت بالتواتر ان النبي غسل رجله في الوضوء لا يجحده مسلم“ (بدائع جلد ۷/۷۴)
تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے وضو میں پیر دھوئے ہیں اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں ہے۔

پیروں کے بارے میں تخفیف

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ اصل حکم وضو میں یہ ہے کہ پیروں کو دھویا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ”جو کہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے“ اپنی مہربانی سے مسلمانوں کو بعض احکام میں بہت زیادہ سہولت دی ہے تاکہ اطاعت شعار بندے شکر و ثناء میں رطب اللسان ہوں، مثلاً سفر میں نماز قصر کا حکم دیا کہ چار فرض کے بجائے دو ہی رکعت پڑھو، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے ”عن يعلى بن امية قال قلت لعمر بن الخطاب ليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة ان خفتهم ان يفتككم الذين كفروا فقد امن الناس فقال عجت مما عجت منه فسألت رسول الله عن ذلك فقال صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته“ (رواہ مسلم ۲۴۱/۱)

”یعلیٰ بن امیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے خدا کا ارشاد (اگر کافروں کی طرف سے تم کو فتنہ انگیزی کا خوف ہو تو نماز کو قصر کر کے پڑھنے میں تمہیں کوئی گناہ نہیں) کے بارے میں پوچھا، اب تو لوگ امن چین کے ساتھ ہیں (یعنی کیا اب بھی قصر ضروری ہے) فاروق اعظمؓ نے جواب دیا مجھے بھی یہی تعجب ہوا جیسے تم کو تعجب ہوا تو اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے میں نے دریافت کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، یہ قصر عنایت رب ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے تو اس عنایت کو قبول کرو، ایسے ہی نماز چونکہ رات دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے اور نماز بغیر وضو کے ادا نہیں ہوتی اور بعض علاقوں مثلاً کشمیر وغیرہ میں کافی سردی ہوتی ہے پانچ مرتبہ سردیوں میں پیروں کا دھونا ایک مشکل کام ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زبانی اجازت دے دی کہ جو شخص چاہے عزیمت پر عمل کرتے ہوئے پیروں کو دھوئے اور اپنی اطاعت شکاری کا ثبوت دے اور جو شخص چاہے رخصت اور سہولت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خفین پر مسح کر کے شکر گزار بندہ بنے۔

9

خفین پر مسح کا ثبوت

چمڑے کے وہ موزے جن میں پاؤں ٹخنوں تک چھپے رہیں یا وہ اونچی یا سوتلی جرابیں جن پر چمڑا لگایا گیا ہو یا وہ جرابیں جو چمڑے کی طرح سخت اور موٹے کپڑے کی ہوں اور ان میں خفین کی تمام شرطیں موجود ہوں ان پر تمام علماء اسلام کے نزدیک مسح کرنا جائز ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے ”عن سعد بن ابی وقاص عن النبي انه مسح على الخفين“ (بخاری: ۳۳/۱) ترجمہ: ”حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خفین پر مسح فرمایا“ ”عن عروة بن المغيرة عن ابیه انه وضأ النبي فتوضأ ومسح على خفيه وقال انی ادخلتهما طاهرتين“ (رواہ مسلم جلد ۱/۱۳۴)

ترجمہ: ”حضرت عروہ بن مغیرہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرایا آپ نے وضو کے دوران خفین پر مسح کیا، تو میں نے عرض کیا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر نہیں دھوئے) تو آپ نے فرمایا میں نے یہ موزے با وضو حالت میں پہنے تھے (اس لئے اب ان پر مسح کیا)۔ خفین پر مسح کرنا احادیث متواترہ سے ثابت ہے، حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ان ستر صحابہ کرامؓ کو خفین پر مسح کے جواز کا قائل پایا جو جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

”روى عن الحسن البصري انه قال ادرکت سبعین بدریا من الصحابة کلهم کانوا یرون المسح علی الخفین“ (بدائع الصنائع جلد ۱/۷۷)

اسی وجہ سے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ان متواتر احادیث سے ظاہر قرآن کا نسخ جائز ہے۔ ”وقال ابو یوسف خبر المسح یجوز نسخ الكتاب به لبهوته“ (البحر الرائق ۱/۱۶۵) روافض کے علاوہ خفین پر مسح کا کسی نے انکار نہیں کیا اور تمام صحابہؓ کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ خفین پر مسح کرنا جائز ہے۔

”وکذا الصحابة اجمعوا علی جواز المسح قولاً وفعلاً“ (بدائع الصنائع جلد ۱/۷۷)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اہل سنت والجماعت سے ہونے کی بہت شرطیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خفین پر مسح کو جائز جانے۔ ”ولہذا راہ ابو حنیفۃ من بنیائط السنۃ والجماعۃ فقال فیہا وان نری المسح علی الخفین“ (بدائع الصنائع ۱/۷۷)

امام اعظم ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ میں مسح علی الخفین کا اس وقت قائل ہو گیا جب میرے پاس دلائل روشن دن کی مانند واضح ہو گئے۔ یعنی حکم قرآن تو پیروں کے دھونے کا ہے جب متواتر احادیث سے خفین پر مسح کرنا میرے سامنے واضح ہو گیا تب میں خفین پر مسح کا قائل ہوا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر متواتر احادیث نہ ہوتی تو ظاہر قرآن کو نہیں چھوڑا جاسکتا تھا۔ ”روی عنہ انہ قال ما قلت بالمسح حتی جاء فیہ مثل ضوء النهار“ (بدائع الصنائع جلد ۱/۷۷)

10

غرض خفین کے بارے میں احادیث متواتر ہیں ”وقد صرح جمع من الحفاظ بان المسح علی الخفین متواتر“ اور خفین پر مسح کرنا ایسی سنت ہے جس کا انکار کوئی مبتدع ہی کر سکتا ہے، سلف سے خلف تک تمام علماء کا یہی مسلک ہے اور خوارج اور فرقہ امامیہ شیعہ کے علاوہ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا ہے۔ ”ان المسح علی الخفین سنة قائمة وبنریعة صحیحة لا ینکرھا الا مبتدع وھو مذهب العلماء من السلف و الخلف كافة لم ینکرھا الا الخوارج والامامیة“ (معارف السنن جلد ۱/۳۲۱)

ابو الحسن الکرنی فرماتے ہیں جو شخص خفین پر مسح کے جواز کا قائل نہ ہو مجھے ان پر کفر کا اندیشہ ہے ”وقال الکرنی اخاف الکفر علی من لم یس المسح علی الخفین“ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲/۷۷)

خفین پر مسح کرنے کا مطلب

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خفین پر مسح کرنا ضروری یا فرض ہے بلکہ اس میں ایک مسلمان کو اختیار ہے اگر چاہے تو مسح کرے اور اگر چاہے تو پیروں کو دھوئے۔ ”وانما لم یجعلہ واجبا لان العبد مخیر بین فعلہ وترکہ“ (الحجرات الرائق جلد ۱/۱۶۵)

خف کسے کہتے ہیں؟

اب مسئلہ یہ ہے کہ خف یا خفین کسے کہتے ہیں، جن پر مسح کرنا جائز ہے بعض لوگ خف کا ترجمہ موزہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہر قسم کے موزے پر مسح کرنا جائز ہے، چاہے سوتی کے ہوں چاہے نائیلان وغیرہ کے ہوں، موٹے ہوں یا باریک ہوں، حالانکہ یہ بالکل شریعت کے حکم کے خلاف ہے۔ عربی لغت میں خف کا ترجمہ چڑے کے موزے سے کرتے ہیں، مصباح اللغات میں ہے ”الخف“ چرمی موزہ۔ (مصباح اللغات ۲۱۰) گویا عربی لغت میں خف ہر قسم کے موزوں کو نہیں کہتے ہیں بلکہ صرف چڑے کے موزوں کو خف کہتے ہیں اور جن لوگوں کو خف کا ترجمہ ”مطلق موزہ“ کرنے سے غلط فہمی ہوئی ہے، شاید انہی لوگوں کی غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا ”لیست ترجمتہ موزہ“، یعنی خف کا ترجمہ موزہ کرنا صحیح نہیں ہے (فیض الباری ۱/۳۰۲)

حضور کے خفین کس چیز کے تھے؟

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ جو خفین یا موزے حضورؐ یا صحابہؓ پہنتے تھے وہ اونی تھے یا سوتی تھے یا چڑے ہی کے تھے تا کہ کسی کو اختلاف کی گنجائش نہ رہے۔

”قال المغيرة بن سبعة اهدى دحية للنبي خفین فلبسهما وقال اسرائیل عن جابر عن عامر وجبة فلبسهما حتی تخرقا لا یدری النبی اذکی هما ام لا“ (شکال ترمذی)

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں میں نے دحیہ کلبی نے دو موزے حضور ﷺ کو ہدیہ بھیجے تھے ایک اور حدیث میں موزوں کے ساتھ جبہ کے پیش کرنے کا بھی ذکر ہے، حضور ﷺ نے ان کو پہنا یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تحقیق نہیں فرمائی کہ وہ موزے مذہبوح جانور کے چڑے کے تھے یا غیر مذہبوح جانور کے چڑے کے تھے، اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضورؐ نے جو خفین پہنتے تھے وہ چڑے کے تھے اور اس میں یہ بھی آیا ہے کہ اتنا زیادہ آپؐ نے ان کو استعمال کیا کہ وہ پھٹ گئے۔

”عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ قال بینما رجل بطریق ابتد علیہ العطش فوجد

بسرًا فنزل فيها فنسرب ثم خرج فاذا كلب يلهث ياكل الثرى من العطش فقال الرجل لقد بلغ هذا الكلب من العطش مثل الذى بلغ منى فنزل البئر فملا خفه ماء فسقى الكلب فنسرك له فغفر له قال يا رسول الله وان لنا فى البهائم لاجرا قال فى كل ذات كبد رطبة اجر“ (بخاری شریف، جلد ۱/۳۱۸، ۳۳۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص (راستے سے) جا رہا تھا اور اس کو سخت پیاس لگ گئی اس نے ایک کنواں دیکھا اور اس میں اتر کر پانی پیا پھر باہر نکلا دیکھا، تو ایک کتا ہانپ رہا ہے، پیاس کے مارے کچھ چاٹ رہا ہے اس نے اپنے دل میں سوچا آخر اس کو بھی پیاس کی وجہ سے وہی تکلیف ہو رہی ہے جو تکلیف مجھے ہو رہی تھی اس نے کنویں میں اتر کر اپنا خف پانی سے بھرا پس کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کی قدر کی اور اس کو بخش دیا، یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا، کیا جانوروں کو پانی پلانے میں بھی ہم کو ثواب ملے گا، آپ نے فرمایا کیوں نہیں، ہر تازہ جگر والے میں ثواب ہے۔

بخاری شریف کی اس حدیث سے کہ ”اس شخص نے کتے کو پانی پلانے کیلئے اپنے پیروں سے موزہ نکالا اور اس میں پانی بھر کر کتے کو پلایا، کیوں کہ کوئی دوسرا برتن پانی نکالنے کیلئے موجود نہیں تھا“ یہ ثابت ہوتا ہے کہ موزہ چمڑے ہی کا تھا اور ایسا مضبوط تھا کہ اس میں پانی نہیں چھنتا تھا ان دو حدیثوں سے مجموعی طور پر یہ واضح ہو گیا کہ خف ہر موزہ کو نہیں کہتے ہیں بلکہ خاص قسم یعنی چمڑے کے موزہ کو عربی میں خف کہتے ہیں۔ لغت اور احادیث کو مد نظر رکھتے ہوئے علماء کرام خف کی تعریف یہ کرتے ہیں: ”الخف فى البنسرح اسم للمتنخذ من الجلد او نحوه الساتر للكعبين فصاعدا وما الحق به“ (البحر الرائق جلد ۱/۱۶۴) یعنی شریعت میں خف اس چمڑے کے موزے کو کہتے ہیں جو پیروں کو ٹخنوں یا اوپر تک چھپائے اور جو اس جیسا ہو۔

علامہ محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ ”الخف فى البنسرح اسم للمتنخذ من الجلد او نحوه الساتر للكعبين فصاعدا متصلا بالقدم من غير ان ينفذ“ (معارف السنن جلد ۱/۳۲۳)

شریعت میں خف اس موزے کو کہتے ہیں جو چمڑے یا چمڑے جیسی چیز سے بنایا گیا ہو جو ٹخنوں تک پیروں کو چھپائے قدم سے ملا ہوا ہو اور اس میں اندر کی کھال نظر نہ آئے، یہی وہ موزہ ہے جس پر شریعت نے مسح کرنے کی اجازت دے دی ہے اور جو ایسا نہ ہو اس پر مسح کرنے کی شرعاً بالکل اجازت ہی نہیں ہے۔ لیکن جو موزہ خف جیسا ہو اور اس میں خف کے تمام اوصاف پائے جائیں اگر چہ وہ چمڑے کا نہ ہو، اس پر بھی مسح کرنا جائز ہے اور جس موزہ میں خف کے تمام اوصاف نہ پائے جائیں اس پر مسح جائز نہیں ہے اس کو علمی اصطلاح میں تنقیح مناط کہتے ہیں۔

تنقیح مناط

اس کی تشریح علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے دو عظیم شاگرد شاہ صاحب مرحوم کے حوالہ سے یہ نقل کرتے ہیں کہ شارع نے کسی خاص واقعہ کے متعلق کوئی حکم دے دیا اور شارع کا مقصد اس جزئی اور خاص واقعہ میں حکم کو محصور کرنا نہیں ہوتا بلکہ شارع قاعدہ کلیہ بیان کرنا چاہتا ہے اور ایک خاص جزئی واقعہ کی صورت میں اس کو بیان کرتا ہے اب شارع نے جس واقعہ کے متعلق کوئی حکم دے دیا۔ وہاں اس واقعہ میں بہت سارے اوصاف ہیں ان میں سے بعض امور اور اوصاف اس حکم کی علت بن سکتے ہیں اور بعض امور علت حکم نہیں بن سکتے۔ پس مجتہدین کا کام یہ ہے کہ وہ ان امور کو الگ کرے جو اس حکم کی علت بن سکتے ہیں اور ان کو پہچانے پھر یہی امور اگر دوسری جگہ بھی پائے جائیں تو وہاں بھی یہی حکم لگے گا اور اگر نہیں پائے جائیں تو وہ حکم نہیں لگے گا اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص حضورؐ کے پاس آیا اور عرض کیا میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع (صحبت) کیا تو حضورؐ نے اس کو کفارہ کا حکم دیا، اب یہ دیکھنا ہے کہ کفارہ کے حکم دینے کی علت کیا ہے، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہاں چند چیزیں موجود ہیں۔ (۱) اعرابی ہونے کی وجہ سے حکم دیا۔ (۲) صاحب واقعہ روزہ کا مکلف تھا اس لئے کفارہ کا حکم دیا۔ (۳) اس نے عدا ایسا کیا۔ (۴) اس نے رمضان میں ایسا کیا۔ (۵) جماع کیا۔ (۶) روزہ توڑنے والی چیز اس سے صادر ہوئی وغیرہ، اب یہاں چھ چیزیں جمع ہو گئیں مجتہد کا کام یہ ہے کہ وہ غور کر کے بتلائے کہ کونسی چیز کفارہ کی علت بن سکتی ہے

اور کون سی چیز علت نہیں بن سکتی ہے غور کرنے کے بعد امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے بتایا کہ بعض چیزیں کفارہ کی علت بالکل نہیں بن سکتی ہیں اور ان میں علت بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ مثلاً اعرابی ہونا (ورنہ ہر اعرابی کو رمضان میں کفارہ کا حکم ہونا چاہئے، اگرچہ روزہ باقی بھی ہو اور اس کا کوئی قائل نہیں ہے) بلکہ کفارہ کی علت روزہ کی حالت میں عماروزہ توڑنے والی چیز کا صادر ہونا ہے، چاہے کھانا پینا ہو، چاہے جماع ہو۔ تو اس واقعہ میں کفارہ کا حکم شریعت نے ایک خاص واقعہ یعنی اعرابی کے واقعہ جماع میں دے دیا (لیکن شریعت کا مقصد اس واقعہ میں حکم کو مخصوص کرنا نہیں ہے بلکہ جہاں جہاں بھی علت موجود ہوگی وہاں یہی حکم لگانا ہے) چونکہ مذکورہ واقعہ میں کفارہ کی علت منافی روزہ کوئی کام عمار کرنا ہے، اس لئے جہاں بھی یہ علت پائی جائے تو وہاں کفارہ کا حکم ہوگا، مثلاً ایک شخص نے روزے کی حالت میں عمار کھانا کھایا یا پانی پیا تو اس پر بھی یہی حکم کفارہ لازم ہوگا (کیوں کہ یہاں بھی علت یعنی منافی روزہ کام پایا گیا۔ (فیض الباری جلد ۱/ ۵۹)

یہی حال خفین کا بھی ہے ظاہر قرآن سے پیروں کے دھونے کا حکم ہے لیکن متواتر احادیث سے شریعت نے خفین پر مسح کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اب مجتہد کا کام یہ ہے کہ وہ غور کر کے بتائے کہ مسح کے حکم کی علت کیا ہے اور خف میں وہ کیا کیا اوصاف ہیں جو مسح کی علت بن سکتے ہیں۔ تو ائمہ مجتہدین نے غور کر کے بتایا کہ یہاں بھی چند امور جمع ہیں بعض علت بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بعض صلاحیت نہیں رکھتے ہیں اور جو امور علت بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ تین ہیں (۱) موزے ایسے موٹے ہوں کہ بغیر کسی چیز کے باندھے ہوئے پیروں پر کھڑے رہیں بشرطیکہ یہ کھڑا رہنا کپڑے کی تنگی اور چستی اور گیٹس کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کپڑا موٹا ہونے کی وجہ سے ہو۔ (۲) ایسے موٹے اور مضبوط ہوں کہ ان کو پہن کر تین میل تقریباً بارہ ہزار قدم یا اس سے زیادہ بغیر جوتے کے سفر کریں اور وہ نہ پھٹیں۔

(۳) ایسے موٹے ہوں کہ پیروں کی کھال نظر نہ آئے، پانی جلدی سے جذب نہ کریں اور پانی ان میں نہ چھنے۔

جہاں حکم کی علت ہوگی وہاں ہی حکم لگے گا

اب یہ بات ثابت ہوئی کہ خفین پر مسح کرنے کی علت مذکورہ بالا تین چیزیں ہیں، اس کے ساتھ فقہ کا یہ قاعدہ بھی سامنے رہے ایک حکم میں دو چیزیں ہوتی ہیں (۱) علت (۲) حکمت۔ قاعدہ یہ ہے کہ جہاں علت پائی جائے گی وہاں حکم لازماً ہوگا چاہے حکمت موجود ہو یا نہ ہو۔ لیکن جہاں صرف حکمت ہو وہاں حکم نہیں لگے گا گویا علت کے پائے جانے سے حکم پایا جائے گا چاہے حکمت موجود ہو یا نہ لیکن صرف حکمت کے پائے جانے سے حکم نہیں لگے گا۔

خلاصہ:- یہ ہے کہ حکم کا دار و مدار علت پر ہے نہ کہ حکمت پر، اس کو مثال سے یوں سمجھا جاسکتا ہے نماز میں قصر کرنے کی ایک علت ہے اور ایک حکمت ہے قصر کی علت سفر ہے اور قصر کی حکمت تکلیف اور مشقت ہے تو جہاں بھی قصر کی علت یعنی شرعی سفر ہوگا وہاں قصر ضروری ہے چاہے قصر کی حکمت یعنی مشقت ہو یا نہ ہو لیکن اگر حکمت یعنی مشقت اور تکلیف ہے لیکن علت یعنی شرعی سفر نہیں ہے تو نماز میں قصر کا حکم نہیں دیا جائے گا بلکہ پوری نماز پڑھنی ضروری ہے۔ ”الاصل انه يفرق بين علة الحكم وحكمته فان علتہ موجبہ و حکمتہ غیر موجبہ“ (قواعد الفقہ ۲۱)

”قال من مسائلہ ان السفر علة القصر و حکمتہ المبنیة ثم السفر یثبت القصر وان لم یلحقہ مبنیة و عدم الحکمة لا یوجب عدم الحکم و وجود العلة او جب وجود الحکم“ (حاشیہ قواعد الفقہ ۲۱)

ایسے ہی خفین پر مسح کرنے کی علت مذکورہ بالا تین شرطیں ہیں تو جس موزے میں یہ تین شرطیں ہوگی اس پر مسح کرنا جائز ہے اور جس موزے میں یہ تین شرطیں موجود نہ ہوں یعنی علت نہ ہو تو مسح کی اجازت نہ ہوگی چاہے حکمت یعنی تکلیف و مشقت موجود ہو۔

اس تفصیل سے ان حضرات کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ موزہ پر مسح کرنے کیلئے فقہاء نے یہ تین شرطیں کہاں سے لگائیں اور ان حضرات کا عقلی اعتراض بھی ختم ہو گیا۔ جو یہ کہتے ہیں کہ غریب چڑے کے موزے کہاں سے لائے۔ کیوں کہ قاعدہ مذکورہ کے تحت حکم کا مدار

ہمیشہ علت پر ہوتا ہے، حکمت کا اعتبار نہیں ہوتا ہے، اور ان سوال کرنے والوں سے پوچھا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی مالدار آدمی آرام دہ گاڑی میں سفر شرعی کرے اور کوئی تکلیف وغیرہ نہ ہو تو کیا اس کو پوری نماز پڑھنے کی اجازت دے دی جائے یا قصر ہی کرنا ضروری ہے؟ ایسے ہی ایک کسان موسم گرما میں ایک کھیت میں بامشقت کام کرتا ہے کیا اس کو قصر کی اجازت دے دی جائے حالانکہ یہ لوگ یہاں یہی جواب دیں گے کہ پہلی صورت میں علت قصر یعنی سفر موجود ہے اس لئے قصر کرنا ضروری ہے حکمت یعنی تکلیف اور مشقت کا پایا جانا ضروری نہیں ہے ایسے ہی دوسری صورت میں اگرچہ حکمت یعنی مشقت موجود ہے لیکن قصر کی علت یعنی سفر نہیں ہے اس لئے قصر جائز نہیں ہے، بلکہ پوری نماز پڑھنا ضروری ہے کیونکہ مدار حکم علت ہے نہ کہ حکمت، یہی حال خفین پر مسح کا بھی ہے، جہاں ان تین شرطوں والا موزہ ہوگا اس پر مسح جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

فقہاء کی انہی شرائط کو اہل حدیث کے مشہور عالم مولانا مبارکپوریؒ نے تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے۔
”فلا جل ذلك ابسترطوا جواز المسح على الجور بين بتلك القيود ليكونا في معنى الخفين ويدخلا تحت احاديث الخفين فرأى بعضهم ان الجور بين اذا كانا مجلدين كانا في معنى الخفين ورأى بعضهم انهما اذا كانا متعلين كانا في معناهما وعند بعضهم انهما اذا كانا صفيقين ثخينين كانا في معناهما وان لم يكونا مجلدين ولا متعلين“
(تحفة الاحوذی جلد ۱/۲۸۴)

یعنی اسی وجہ سے فقہاء نے جرابوں پر مسح کیلئے کچھ شرطیں لگائیں ہیں تاکہ وہ خفین کے حکم میں ہو کر ان احادیث کے حکم میں داخل ہو جائیں جو موزوں کی بابت وارد ہوئی ہیں لہذا بعض نے شرط لگائی کہ ان پر چڑھا گیا ہو اور بعض نے کہا موٹے ٹخت کپڑے کے ہوں تو مسح جائز ہے۔

خفین کے علاوہ موزوں کی قسمیں اور ان کا حکم

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ مسح کی اجازت صرف خفین ہی پر ہے لیکن تنقیح المناط کے اصول کے مطابق جن دوسرے موزوں میں وہ شرطیں پائی جائیں جو خفین میں مسح کی علت بن گئی تھیں، تو

ان موزوں پر مسح جائز ہے۔ اب خفین کے علاوہ کتنے قسم کے موزے ہیں جن کا حکم دریافت کرنا ہے عام طور پر ان کی چھ قسمیں ہوتی ہیں۔ (۱) خفین مجلد (۲) خفین منعل (۳) خفین سادہ (۴) رقیق مجلد (۵) رقیق منعل (۶) رقیق سادہ۔ کیونکہ کپڑے کے اعتبار سے جرابوں کی خواہ اوئی ہوں یا سوتی دو قسمیں ہیں: (۱) خفین (۲) رقیق۔

خفین: فقہاء کے نزدیک وہ جراب ہے (۱) جس کا کپڑا اس قدر دبیز موٹا اور مضبوط ہو کہ اس میں تین میل بارہ ہزار قدم بغیر جوتے کے سفر کر سکیں اور وہ نہ پھٹے (۲) اور وہ پنڈلی پر بغیر گیس (Gets) وغیرہ باندھے ہوئے قائم رہ سکیں بشرطیکہ یہ قائم رہنا کپڑے کی تنگی اور چستی کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ اس کی صفا مت اور جرم کے موٹا ہونے کی وجہ سے ہو۔ (۳) اور وہ پانی کو جلدی سے جذب نہ کرے اور پانی اس میں نہ چھنے۔ رقیق: اگر ان تین شرطوں میں کوئی شرط نہ پائی جائے تو رقیق ہے۔ پھر بعض لوگ کپڑے کی جرابوں پر چڑے بھی لگاتے ہیں جس کی مختلف صورتیں ہیں:

(۱) مجلد: وہ جراب جس کے اوپر نیچے کعبین تک چڑا چڑھا دیا جائے۔

(۲) منعل: جس کے صرف تلوے پر چڑا چڑھا دیا جاتا ہے۔

(۳) سادہ: وہ کپڑے کی جراب جس کے نہ اوپر نہ چڑا ہونے نیچے ہو۔

گویا اب خفین اور رقیق میں سے ہر ایک کی تین تین قسمیں ہوں گی

(۱) خفین مجلد: جس میں اوپر والی خفین کی تین شرطیں ہوں اور اوپر نیچے کعبین تک چڑا چڑھا ہوا ہو۔

(۲) خفین منعل: جس میں اوپر والی خفین کی تین شرطیں ہوں اور صرف نیچے چڑا چڑھا ہوا ہو۔

(۳) خفین سادہ: جس میں اوپر والی خفین کی تین شرطیں ہوں لیکن اس کے اوپر نیچے چڑا نہ ہو۔

(۴) رقیق مجلد: جس میں اوپر والی خفین کی تین شرطیں نہ ہوں لیکن اس کے اوپر نیچے کعبین تک چڑا چڑھا ہوا ہو۔

(۵) رقیق منعل: جس میں اوپر والی خفین کی تین شرطیں نہ ہوں صرف نیچے چڑا چڑھا ہوا ہو۔

(۶) رقیق سادہ: جس میں نہ اوپر والی خفین کی تین شرطیں ہوں اور نہ ہی اوپر نیچے چڑا چڑھا گیا ہو

(حاشیہ امداد الفتاویٰ جلد ۱/۷۵)۔

اب ان چھ قسموں میں یہ دیکھنا ہے کہ کس میں خفین کی شرطیں ہیں کہ ان پر مسح کی اجازت ہوگی اور کن میں خفین کی شرطیں نہیں ہیں کہ ان پر مسح کی اجازت نہ ہوگی۔ پانچویں اور چھٹی قسم یعنی رقیق منعل اور رقیق سادہ پر بالکل بھی محققین و فقہاء کے نزدیک مسح جائز نہیں ہے کیوں کہ ان دو میں خفین کی شرطیں معدوم ہیں۔ پہلی دوسری اور چوتھی قسم یعنی ٹخنیں مجلد، ٹخنیں منعل، رقیق مجلد پر تمام فقہاء کے نزدیک بالاتفاق مسح کرنا جائز ہے کیوں کہ ان تینوں میں خفین کی شرطیں موجود ہیں۔ تیسری قسم یعنی ٹخنیں سادہ میں امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین امام ابو یوسف اور امام محمد کا اختلاف ہے امام صاحب ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس پر مسح جائز نہیں ہے جب کہ صاحبین اس پر مسح کے جواز کے قائل ہیں۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب فرماتے تھے کہ اس میں خفین کی شرطیں نہیں ہیں اس لئے ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ اس میں خفین کی شرطیں ہیں۔ اس لئے ان پر مسح کرنا جائز ہے لیکن آخری ایام میں امام ابوحنیفہ نے جب دیکھا کہ اب ٹخنیں سادہ بھی ایسی بنائی جاتی ہے، جس میں خفین کی شرطیں موجود ہوتی ہیں تو امام ابوحنیفہ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا اور ان جوہرین پر مسح کر کے فرمایا آج میں نے وہ کام کیا جس کو میں منع کیا کرتا تھا چنانچہ مولانا یوسف بنوری امام ترمذی کا قول نقل کرتے ہیں۔

”قال ابو عیسیٰ سمعت صالح بن محمد الترمذی قال سمعت ابامقاتل السمرقندی یقول دخلت علی ابی حنیفۃ فی مرضہ الذی مات فیہ فدعا بماء فتوضأ وعلیہ جوربان فمسح علیہما ثم قال فعلت الیوم بنیالم اکن افعله مسحت علی الجوربین وھما غیر منعلین“ یعنی ابو عیسیٰ نے فرمایا کہ میں نے صالح بن محمد الترمذی کو کہتے ہوئے سنا انہوں نے کہا میں نے ابو مقاتل سمرقندی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں ابوحنیفہؒ کے پاس ان کے مرض الموت میں آیا تو امام صاحب نے پانی منگا کر وضو کیا اور جوہرین پہنے ہوئے تھے ان پر مسح کیا پھر امام صاحب نے کہا میں نے آج وہ کام کیا جس کو میں نہیں کرتا تھا میں نے جوہرین پر مسح کیا حالانکہ وہ چمڑے کے نہیں ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ بات کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی وجہ سے یا عمد غلطی کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ عام سوتی موزوں اور جوہرین پر مسح کے قائل نہ تھے لیکن اپنی وفات سے کچھ دن پہلے انہوں نے اپنے قول سے رجوع کیا اور عام جوہرین پر ”چاہے سوتی ہوں“ مسح کی اجازت دے دی۔ لیکن یہ غلط ہے اور امام صاحبؒ پر بڑا بہتان ہے اصل صورت حال وہی ہے جو ہم نے پیش کی کہ امام صاحب تیسری قسم (ٹخنیں سادہ) پر مسح کے جواز کے قائل نہ تھے پھر اسی سے رجوع کیا اور اسی پر مسح کی اجازت دے دی کیوں کہ ان میں خفین کی شرطیں پائی جاتی ہیں۔ عام موزوں پر مسح کے عدم جواز میں نہ کچھ اختلاف تھا اور نہ ہی امام اعظم ابوحنیفہؒ نے رجوع کیا بلکہ اوپر گزر چکا کہ پانچویں اور چھٹی قسم یعنی رقیق منعل اور رقیق سادہ میں سب کا اتفاق ہے کہ ان پر مسح کرنا بالکل جائز نہیں ہے، امام ابوحنیفہؒ کے قول کو سمجھنے کیلئے اپنی نارساعتقل کے بجائے فقہائے کرام کی عبارات سامنے رکھنی ضروری ہیں کیونکہ وہی شریعت کے نبض شناس تھے، چنانچہ ابن نجیمؒ اپنی کتاب البحر الرائق میں تحریر فرماتے ہیں: ”ثم المسح علی الجورب اذا کان منعلا جائز اتفاقا واذا لم یکن منعلا وکان رقیقا غیر جائز اتفاقا واذا کان ٹخنیں فھو غیر جائز عند ابی حنیفۃ وقالوا یجوز وعنه انه رجع الی قولھما وعلیہ الفتوی کذا فی الھدایہ واكثر الكتب لانه فی معنی الخف“

(البحر الرائق، جلد ۲: ۱۸۲)

جورب جب منعل ہوں (دوسری قسم) ان پر مسح بالاتفاق جائز ہے اور جب منعل نہ ہو اور رقیق ہوں (چھٹی قسم) تو اس پر بالاتفاق مسح جائز نہیں ہے اور جب ٹخنیں ہوں (تیسری قسم) ان پر امام صاحبؒ کے نزدیک مسح کرنا جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک اس (تیسری قسم) پر مسح کرنا جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے صاحبین امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے قول کی طرف رجوع کیا اسی پر فتویٰ ہے۔ ایسے ہی ہدایہ اور اکثر کتابوں میں ہے اسلئے کہ وہ خف کے معنی میں ہے۔

یہاں علامہ ابن نجیمؒ ان پر مسح کے جواز کی دلیل وہی بیان کر رہے ہیں جس کا تفصیلی ذکر ہم نے تنقیح

المناط میں کیا ہے۔ ”لأنه في معنى الخف“ یعنی وہ ٹخنیں سادہ جو رب خف کے معنی میں ہے۔ امید ہے کہ ابن نجیمؒ کی مذکورہ بالا عبارت سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کا صحیح مطلب واضح ہو جائے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عام موزوں پر بالاتفاق مسح جائز نہیں ہے۔

15

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اصل اجازت تو صرف خفین پر ہی مسح کرنیکی ہے لیکن جو جو رب خفین کے معنی میں ہو اس پر بھی مسح جائز ہے اور جو ایسا نہیں ہے اس پر مسح جائز نہیں ہے۔ اس کی وضاحت امداد الفتاویٰ کے محشی حضرت الاستاذ مولانا سعید احمد پالنپوری استاذ و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے یوں فرمائی ہے کہ اس اختلاف کے ساتھ جب اصول پر نظر کی جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ اصل فریضہ پاؤں کا دھونا ہے جو نص قرآنی سے ثابت ہے لیکن احادیث متواترہ سے ثابت ہو گیا کہ خفین پہننے کی صورت میں مسح بھی کافی ہے لہذا اب اس حکم کو خفین سے متجاوز کر کے جرابوں میں جاری کرنا بھی اس شرط کے ساتھ ہونا چاہیے کہ ان جرابوں کا حکم خفین ہونا اور تمام شرائط خفین کا ان میں محقق ہونا یقینی طور ثابت ہو جائے اور جس جراب میں شک رہے کہ وہ حکم خفین ہے یا نہیں اور شرائط خفین اس میں متحقق ہیں یا نہیں، ان پر مسح کی اجازت نہ دی جائے بقاعدہ ”الیقین لا یزول بالنسک“ (امداد الفتاویٰ مولانا اشرف علی تھانویؒ حاشیہ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ، ۱/ ۷۷)

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور علامہ کا سائیؒ بھی یہی فرماتے ہیں:

”ولا بسی حنیفة ان جواز المسح علی الخفین ثبت نصا بخلاف القیاس فکل ماکان فی معنى الخف فی ادمان المبنی علیہ وامکان قطع السفر به یلحق به وما لافلا“ (بدائع الصنائع جلد ۱، ۸۴، بذل المجہود شرح ابوداؤد شریف جلد ۱، ۹۷)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ خفین پر مسح کرنے کا جواز خلاف قیاس نص (حدیث) سے ثابت ہے پس ہر وہ موزہ جو خف کے حکم میں ہے یعنی ان کو پہن کر چلنا سفر کرنا وغیرہ ممکن ہو تو وہ خف کے ساتھ ملحق ہے اور جو ایسا نہیں ہے وہ خف کے ساتھ ملحق نہ ہوگا اس لئے اس پر مسح جائز نہ ہوگا۔

فائدہ: فقہاء عظام کی اس ذکر کردہ تفصیل سے اس بات کا بھی فائدہ ہوا کہ جہاں بھی کسی عالم

نے جراب پر مسح کی اجازت دے دی ہے اس سے عام موزے مراد نہیں ہیں بلکہ تیسری قسم یعنی ٹخنیں سادہ ہے (جس کی تعریف پہلے گزر چکی ہے) جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کے قول کی وضاحت ابن نجیمؒ کے حوالہ سے ہم نے نقل کیا ہے۔ اگر یہ فائدہ ذہن میں رہے تو ان تمام عبارات کا مطلب کھل کر سامنے آئے گا جن میں جو رب پر مسح کی اجازت دی گئی ہے جس کو نا عاقبت اندیش لوگ بغیر کسی تفصیل کے ذکر کرتے ہیں اور عوام الناس کو دھوکے میں ڈالتے ہیں۔

سونی اور نائیلاں کے موزوں کا حکم

اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ اصل حکم وضو میں پیروں کا دھونا ہے لیکن چونکہ احادیث متواترہ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے خفین پر مسح کیا اس لئے خفین اور ان موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، جن میں خفین کی شرطیں پائی جاتی ہیں اور جن میں خفین کی شرطیں نہ ہوں ان پر مسح کرنا بالکل جائز نہیں، اور ظاہر ہے کہ عام سونی اور نائیلاں کے موزوں میں وہ شرطیں نہیں پائی جاتی ہیں اس لئے ان پر مسح کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔ ہدایہ جو کہ فقہ میں معتبر ترین کتاب مانی جاتی ہے اس میں لکھا ہے ”ولا یجوز المسح علی الجوربین عند ابی حنیفة الا ان یکونا مجلدين او منعین وقالا یجوز اذا کانا ثخینین لا ینفان لما روی ان النبیؐ مسح علی جوربیه ولانه یمکنه المبنی فیہ اذا کان ثخینا وهو ان یتمسک علی الساق من غیر ان یربط بنسۃ فانسبه الخف وله انه لیس فی معنى الخف لانه لا یمکن مواظبة المبنی فیہ الا اذا کان منعلا وهو محمل الحدیث وعنه انه رجع الی قولہما وعلیہ الفتویٰ“ (ہدایہ جلد ۱، ۶۱)

یعنی جو ربین پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسح اس وقت جائز ہے جب کہ وہ مجلد یا متصل ہوں اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ان پر مسح کرنا جائز ہے اگر وہ ٹخنیں ہوں اور پانی نہ چھتا ہو اور اندر کی کھال نظر نہ آتی ہو، صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹخنیں جو ربین پر مسح فرمایا اور اس لئے کہ جب وہ ٹخنیں ہوں ان کو پہن کر چلنا ممکن ہو اور ٹخنیں کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ پنڈلی پر بغیر کسی چیز کے

باندھے ٹھہر جائیں تو وہ خف کی طرح ہو گیا۔ امام صاحب کی دلیل (کہ ٹخنیں پر مسح جائز نہیں ہے جب وہ مجلد و متعل نہ ہوں) یہ ہے کہ یہ خف کے حکم میں نہیں ہے، ان پر مسلسل چلنا ممکن نہیں ہے، مگر جب کہ وہ متعل ہوں اور حدیث میں جو آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بین پر مسح کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو رب متعل (دوسری قسم) تھے اور امام صاحب سے مروی ہے کہ انہوں نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا اور اسی پر فتویٰ ہے (کہ جو بین ٹخنیں تیسری قسم پر اب بالاتفاق امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک مسح جائز ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے) اور اسی پر ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ امام شافعیؒ، امام احمد ابن حنبلؒ کا اتفاق ہے کہ عام سوتی اور نائیلان کے موزوں پر مسح کرنا بالکل جائز نہیں ہے اور بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ چار امام جس بات اور جس مسئلہ پر اتفاق کریں وہ اجماع امت ہے اور اجماع امت قرآن و حدیث کے بعد مستقل دلیل و حجت ہے گویا اجماع امت سے بھی یہ ثابت ہے کہ عام موزوں پر جن میں مذکورہ بالا شرطیں نہ ہوں مسح کرنا بالکل ناجائز ہے۔ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے حوالجات ملاحظہ ہوں، احناف کے حوالجات بالتفصیل آچکے ہیں، مزید تفصیل کیلئے مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف رجوع کریں: (۱) ہدایہ جلد ۱: ۶۱ (۲) نور الايضاح صفحہ ۴۷ (۳) حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۷۰ (۴) قدوری شریف ص ۱۳ (۵) شرح وقایہ صفحہ ۱۰۱ (۶) صغیری صفحہ ۶۸ (۷) شرح منیۃ المصلیٰ حلبی کبیر صفحہ ۱۲۱/۱۲۰ (۸) کنز الدقائق صفحہ ۱۲ (۹) در مختار جلد ۱/ ۱۷۹ (۱۰) شامی جلد ۱/ ۱۷۹ (۱۱) عالمگیری صفحہ ۳۲ (۱۲) بدائع الصنائع صفحہ ۸۶ (۱۳) فتاویٰ قاضی خان ۵۱ (۱۴) فتاویٰ بزاز یہ صفحہ ۱۵ (۱۵) البحر الرائق ۱/ ۱۸۲۔

شوافع کا مسلک

امام شافعی کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے امام غزالی رحمہ اللہ ”احیاء العلوم الدین“ میں موزوں پر مسح کی اجازت کا ذکر فرماتے ہوئے پانچ شرطوں کا ذکر کرتے ہیں جسمیں سے دوسری شرط کے متعلق کہتے ہیں، دوسری شرط یہ ہے کہ موزہ اس قدر مضبوط ہو کہ اس کو پہن کر (تین چار میل) کا راستہ طے کیا جاسکے اگرچہ وہ متعل نہ ہوں اس لئے کہ عادیہ لوگ اس طرح کے موزے پہن کر چل

پھر لیتے ہیں تاہم مسح کی رخصت کا تعلق ان جرابوں سے نہیں ہے جو صوفیاء پہنتے ہیں کیونکہ یہ کمزور ہوتی ہیں اور انہیں پہن کر چلنا مشکل ہوتا ہے۔ (احیاء العلوم جلد دوم قسط پنجم صفحہ ۱۰)

”واما مذهب البنافعی واحمد فقد ذکرہ الترمذی وھو انه یجوز المسح علیھما اذا کانا ثخینین وان لم یکونا متعلین وعلی هذا فقول ابی حنیفۃ الجدید وقول صاحبیہ وقول البنافعی واحمد واحد وھو جواز المسح علی الجوربین اذا کانا ثخینین“

یعنی امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک امام ترمذی نے یہ نقل کیا ہے کہ ان دونوں کے نزدیک جو بین ٹخنیں پر مسح جائز ہے اگرچہ متعل نہ ہوں گویا اب امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین اور امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سب کا مسلک یہ ہے کہ جو بین پر مسح اس وقت جائز ہے جب وہ ٹخنیں ہوں۔

الفقہ الاسلامی وادلثہ میں امام شافعیؒ کے مسلک کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے

”واجاز البنافعیۃ المسح علی الجورب بنسرتین احدھما ان یکون صفیقا لا ینسف بحیث یمکن متابعة المنبسی علیہ والثانی ان یکون منعلا فان اختل احد البسرتین لم یجز المسح علیہ لانه لا یمکن متابعة المنبسی علیہ حینہذ کالخرقة“ (الفقہ الاسلامی وادلثہ جلد ۱/ ۳۴۴) یعنی شافعیہ کے نزدیک جو بین پر دو شرطوں کیساتھ مسح جائز ہے (۱) جو بین ایسی موٹی ہوں کہ انکو پہن کر مسلسل چلنا ممکن ہو۔ (۲) وہ متعل ہوں۔ اگر ان دو شرطوں میں کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو اس پر مسح جائز نہ ہوگا کیوں کہ وہ اس وقت عام موزوں کی طرح ہوگا جس پر مسلسل چلنا ممکن نہیں ہے۔

امام مالک کا مسلک

”واما مذهب مالک فکمذهب ابی حنیفۃ القدیم“ (تحفۃ الاحوزی جلد ۱/ ۲۸۳)

امام مالک کا مسلک ابو حنیفہؒ کے قول قدیم جیسا ہے، اس کی وضاحت الفقہ الاسلامی میں اس طرح کی گئی ہے، ”وانبسط المالکیۃ کابی حنیفۃ ان یکون الجور بان مجلدين ظاہر ہما

وباطنهما حتی يمكن المبنى فيهما عادة فيصير المثل الخف وهو محمل
احاديث المسح على الجوربين“ (الفقه الاسلامي وادلته جلد اول صفحہ ۳۲۴)
یعنی مالکیہ نے ابوحنیفہؒ کی طرح یہ شرط لگائی ہے کہ جو رب مکمل متعل ہوں یہاں تک کہ ان کو پہن کر
مسلل چلنا ممکن ہو اور وہ خف کی طرح ہوں اور جو ربین کی احادیث کا مطلب یہی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک

امام شافعیؒ کے مسلک میں امام ترمذیؒ کے حوالہ سے یہ گزر گیا کہ امام احمد کے نزدیک
جو ربین پر اس وقت مسح کرنا جائز ہے جب کہ وہ ٹخنیں ہوں۔ الفقه الاسلامی میں آیا ہے:

”وإباح الحنابلة المسح على الجورب بالنسطين المذكورين في الخف
الاول ان يكون صفيقا لا يسد ومنه بنى من القدم والثاني ان يمكن متابعة
المبنى فيه وان يثبت بنفسه“ (الفقه الاسلامي وادلته جلد ۱/۳۲۴)

مطلب یہ ہے کہ حنابلہ کے نزدیک جو ربین پر مسح کرنا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے ایک یہ ہے کہ وہ
اتنی موٹی ہوں کہ پیر نظر نہ آ رہا ہو دوسری شرط یہ ہے کہ ان کو پہن کر مسلسل چلنا ممکن ہو اور وہ خود
بخود موٹا ہونے کی وجہ سے قائم رہ سکیں۔

فائدہ:-

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک جو ربین پر مسح جائز ہے چاہے ٹخنیں ہوں یا نہ
ہوں لیکن ان حضرات کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، مولانا عبدالرحمن مبارک پوریؒ فرماتے ہیں:

قد قيد هما الامام احمد ايضا بقيد الثخونة كما صرح به الترمذی وقال ابن
قدامة في المغنی“ (تحفة الاوذی جلد ۱/۲۸۴)

یعنی امام احمدؒ کے نزدیک بھی جو ربین پر مسح کرنا اس وقت جائز ہے جب کہ وہ بھی ٹخنیں ہوں امام ترمذیؒ
نے ترمذی شریف میں اور ابن قدامة نے المغنی میں اس کی صراحت کی ہے۔ اور صاحب الفقه الاسلامی
فرماتے ہیں کہ راجح امام احمد بن حنبلؒ کی رائے ہے اور یہی حنفیہ کا مفتی بہ قول ہے (۳۲۴/۱)

صاحبین کا مسلک اور حنفیہ کا مفتی بہ قول

”وقال الصحابان وعلى رأيهما الفتوى في المذهب الحنفی يجوز المسح على
الجوربين اذا كانا ثخينين لا ينفقان (لا يرى ماوراهما) لان النبي مسح على
جوربيه ولانه يمكن المبنى فيه اذا كان ثخيناً كجوارب الصوف اليوم وبه تبين
ان المفتى به عند الحنفية جواز المسح على الجوربين الثخينين بحيث يمكن
عليهما فرسखा فاكثر ويثبت على الساق بنفسه ولا يرى ماتحته ولا ينفق“
(الفقه الاسلامي وادلته جلد ۱/۳۲۳) یعنی صاحبین کے نزدیک جو رب پر اس وقت مسح جائز ہے جب
وہ ٹخنیں ہوں جس پر ایک دو میل پیدل چلنا ممکن ہو، پنڈلی پر خود بخود ڈھرتا ہو اس سے پانی نہ چھٹتا ہو
اور اس میں قدم نظر نہ آ رہا ہو اور یہی حنفیہ کی مفتی بہ رائے ہے۔

جب سلف سے خلف تک تمام فقہائے کرام اور معتبر متقدمین علماء کرام نے یہی کہا اور یہی سمجھا کہ عام
قسم کے موزوں پر مسح کرنا بالکل جائز نہیں ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص جمہور علماء کے برخلاف
کوئی رائے رکھے تو اس کا کیا اعتبار۔

عام سوتی موزوں پر مسح کے قائلین کے دلائل اور ان کا جواب

اوپر کی تفصیل اور اکابر علمائے کرام کی آراء سے مسئلہ تقریباً منقح ہو گیا، مزید تفصیل کی ضرورت نہیں
رہی، لیکن مناسب ہے کہ ان دلائل کا بھی جائزہ لیا جائے جن کے سہارے کچھ لوگ نفسانی
خواہشات کے تحت حکم قرآن کے بدلنے کی لا حاصل بلکہ نامساعد سعی کر رہے ہیں اور حکم شرعی سے
بچنے کیلئے حیلے بہانے کرتے ہیں۔ تاکہ ان کا انسداد ہو اور اگر اللہ نے چاہا تو وہ راہ راست پر بھی
آئیں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ ان لوگوں کے پاس کچھ عقلی دلیلیں ہیں اور کچھ نقلی دلیلیں
یعنی احادیث ہیں۔

عقلی دلیلوں کا جواب

ان کی عقلی دلیلیں اتنی سطحی ہیں کہ ان کا جواب دینا وقت کو ضائع کرنا ہے مثلاً وہ کہتے ہیں (۱) دین

آسان ہے لیکن دین کے آسان ہونے کا مطلب یہ کہاں ہے کہ ہم حسب منشا جو چاہیں وہ کریں چاہے حکم شرعی میں کتنی تحریف اور تبدیلی ہو اور شرعی حدودات میں رہ کر جو آسانی ممکن ہو سکتی تھی، وہ فقہاء کرامؒ (جو کہ شریعت کے ماہر ہیں) نے ”واضح کی ہے، اس کے باوجود مزید آسانی تلاش کرنا جو دین میں تحریف تک پہنچا سکتی ہے یہ اتباع شریعت نہیں بلکہ نفسانی خواہشات کی اتباع ہے جو کہ شرعاً مذموم ہے اور یہ جو دین میں آسانی تلاش کر نیوالے آج عام موزوں پر مسح کی اجازت دے رہے ہیں تو کل یہ لوگ یہ بھی فرمائیں گے کہ بازوؤں پر بھی مسح کرنا چاہیے کیونکہ سردیوں میں موٹے موٹے بنیان (جرسیاں) بازوؤں سے ہٹانی مشکل ہیں اور بازوؤں پر بھی سردی لگتی ہے اور اس طرح وہ وضو میں ایک اہم فرض بازوؤں کے دھونے کو بھی معاف کرائیں گے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عرب کے لوگ چمڑے کے موزے کہاں پہنتے ہوں گے جبکہ وہاں سخت قسم کی گرمی رہتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عرب میں بارہ مہینے گرمی نہیں رہتی بلکہ موسم سرما میں سردی بھی ہوتی ہے، علاوہ اس کے اوپر جو دو حدیثیں گزری ہیں جن میں اس بات کی صراحت ہے کہ وہ لوگ چمڑے کے موزے پہنتے تھے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ غریب آدمی چمڑے کے موزے کہاں سے لائے جب کہ وہ بہت قیمتی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ موزوں پر مسح ضروری نہیں ہے اگر وہ خرید نہیں سکتا ہے تو پیروں کو دھو ڈالے، نیز جب وہ غریب ہے تو وہ بے چارہ سوتی موزے بھی نہیں خرید سکتا ہے تو مسح کی نوبت بھی نہیں آ سکتی ہے نیز یہ مہنگائی کا بہانہ بنا کر کہیں وہ لوگ مطلق کپڑوں کے بغیر ہی نماز پڑھنے کا فتویٰ نہ دیں جو ان سے کچھ بعید بھی نہیں ہے۔

غرض اس قسم کے فضول سوالات کر کے عوام الناس کو دھوکے میں ڈالتے ہیں اور بالآخر ان سے یہی کہا جائے گا کہ یہ عقل ناقص کا عقل کامل کو مشورہ دینے کے مترادف ہے۔ یعنی جمہور علماء اسلام جو شریعت کے مکمل نبض شناس ہیں وہ عام موزوں پر مسح کے عدم جواز کے قائل ہیں اور وہ لوگ جو صرف معمولی اردو کی شدہ بدھ رکھتے ہیں عقلی گھوڑے دوڑا کر متفق علیہ مسئلہ میں ترمیم کے مطالبے

کر رہے ہیں، اور دنیا میں بھی جو لوگ گمراہ ہوئے ان کی گمراہی کی اصل وجہ یہی تھی کہ انہوں نے نقل کی موافقت نہ کی بلکہ ہمیشہ عقل کے اتباع کی وجہ سے گمراہی کے راستوں میں سرگرداں رہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ”فاذا عرفت هذا فاعلم ان العقل الكامل تابع للبرع لانه عاجز عن ادراك الحكم الالهية فعليه التبع المحض بمقتضى العبودية وما ضل من ضل من الكفورة والحكماء والمبتدعة واهل الاهواء الا بمتابعة العقل وترك موافقة النقل الخ“ (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲/۸۵) یعنی عقل کامل کی نشانی یہ ہے کہ وہ شرعی حکم کے تابع ہوتی ہے اور جو لوگ عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں وہ بالآخر گمراہ ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان حضرات کو حضرت علیؑ کے اس ارشاد کی طرف بھی دھیان دینا چاہیے۔ ”عن علیؑ قال لو كان الدين بالراي لكان اسفل الخف اولى بالمسح من اعلاه وقد رآيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح على ظاهر خفيه“ (ابوداؤد شریف جلد ۱/۲۲)

حضرت علیؑ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ اگر دینی مسائل کی بنیاد صرف عقل پر ہوتی تو موزوں کے نیچے کا حصہ اوپر والے حصے کی نسبت مسح کیلئے زیادہ موزوں تھا حالانکہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح فرماتے تھے۔

اس حدیث کے تحت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں: ”وكان من اعلم الناس بحكم معاني البسائع لما يظهر من كلامه وخطبه ولكن اراد ان يسد مدخل الراي لبلا يفسد الحكمة على انفسهم دينهم“، یعنی حضرت علیؑ اسرار شریعت کے دوسروں سے زیادہ واقف تھے جیسے کہ ان کے کلام اور خطبات سے ظاہر ہے لیکن انہوں نے شریعت میں رائے کا مدخل بند کرنا چاہا تا کہ لوگ اپنے اوپر رائے و عقل سے اپنا دین نہ بگاڑیں۔

(مترجم حجتہ اللہ البالغہ جلد ۱/۴۲۲)

حضرت علیؑؒ خواہ مخواہ کی رائے زنی سے منع کر رہے ہیں لیکن لوگ عقل کے گھوڑے دوڑا کر یہ تک نہیں سوچتے کہ یہ رائے زنی ہم لوگوں کو کہاں تک پہنچا سکتی ہے۔

احادیث کا صحیح مطلب

19

عام موزوں پر جو حضرات مسح کے جواز کے قائل ہیں وہ دلیل میں کچھ احادیث کا حوالہ دیتے ہیں مناسب ہے کہ ان کا بھی کچھ مختصر سا جائزہ لیا جائے تاکہ ان کا صحیح مطلب بھی سامنے آجائے اور استدلال کرنے والوں کا جواب بھی آجائے۔

پہلی حدیث اور اس کا صحیح جواب

وہ حضرات دلیل میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث پیش کرتے ہیں، جس کو امام ابو داؤد امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے ”عن مغیرة بن شعبه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ ومسح على الجوربين والنعلين“

(ابن ماجہ صفحہ ۴۲، ترمذی شریف جلد ۱/۲۹، ابوداؤد شریف جلد ۱/۲۱)

یعنی مغیرہ بن شعبہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کرتے وقت اپنی جرابوں اور جوتیوں پر مسح فرمایا۔ اس حدیث میں لفظ جورب آیا ہے، یہ لوگ سمجھتے ہیں جورب عام قسم کے موزوں کو کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام موزوں پر مسح فرمایا بہتر ہے کہ ہم علماء کرام کی طرف رجوع کریں اور ان سے اس کے معنی معلوم کریں۔

(۱) شیخ عبدالحق دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں جورب کی تعریف بیان کرتے ہیں:

الجورب خف يلبس على الخف الى الكعب للبرد ولصيانة الخف الأسفل من الدرن والغسالة“ (لمعات شرح مشکوٰۃ بحوالہ حاشیہ ابوداؤد جلد ۱/۲۱ تحفۃ الاحوزی جلد ۱/۲۸۲)

یعنی جورب خف (چمڑے کا موزہ) ہی ہے جو دوسرے موزے پر ٹخنوں تک پہنا جاتا ہے تاکہ سردی سے بچاؤ ہو، اور نیچے والا خف میل کچیل اور مستعمل پانی سے بچ جائے۔

(۲) صاحب تفسیر طبری اور علامہ شوکانی بھی فرماتے ہیں کہ جورب چمڑے کے موزے کو کہتے ہیں اور خف کی ایک قسم ہے اور خف سے بڑا ہوتا ہے۔

”وتفسير الطيبي والنسوكاني والنبیخ عبد الحق يدل ان الجورب يتخذ من

الجلد وانه نوع من الخف وانه يكون اكبر منه“ (تحفۃ الاحوزی شرح ترمذی جلد ۱/۲۸۲)

اگر جورب کے معنی یہ لئے جائیں کہ وہ چمڑے کے موزے ہیں تو اس حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے چمڑے کے موزوں پر مسح کیا ہے، عام موزوں پر مسح اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے؟ (۳) اہل حدیث کی مشہور عام کتاب کے مصنف مولانا حکیم محمد صادق غایہ المقصود سے جورب کی یہ

تعریف نقل کرتے ہیں: ”ان الجورب يتخذ من الاديم وكذا من الصوف وكذا من القطن ويقال بكل واحد من هذا انه جورب“ (صلوة الرسول صفحہ ۱۱۱)

یعنی چمڑے صوف اور ہر قسم کے بنے ہوئے موزے کی جورب کو کہتے ہیں۔

یہ حدیث مجمل ہے

غایہ المقصود کے اس لغوی معنی سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جورب ہر قسم کے موزوں کو کہتے ہیں چاہے چمڑے کے ہوں یا چاہے اون وغیرہ کے ہوں، لیکن اب یہ دیکھنا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جن جورب پر مسح فرمایا وہ چمڑے کے تھے یا سوتی تھے کیونکہ حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں کہ وہ موزے کیسے تھے اور جب تک یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ وہ جراب جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح فرمایا وہ چمڑے والے تھے یا سوتی کے تھے، تب تک استدلال واضح نہیں ہے، یہی بات اہل حدیث کے چوٹی کے عالم شیخ الکل مولانا ذریحین کی تصدیق کے ساتھ فتاویٰ نذیریہ جلد اول صفحہ ۲۹۰، میں مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے لکھی ہے۔ گویا یہ حدیث مجمل ہے اس کے اجمال کو دور کرنے کیلئے دوسری احادیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا، چنانچہ مولانا سعید احمد صاحب محدث دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ حدیث..... اس سلسلہ میں مجمل ہے کہ وہ جورب بن ثخن تھے یا رقیق، پھر سادہ تھے یا منعل۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ مسح علی الجوربین والنعلین کا مطلب بعض محدثین نے علی الجوربین المنعلین یعنی منعل جورب۔ (انور المحمود جلد ۱/۶۷، معارف السنن جلد ۱/۳۲۸) بیان فرمایا ہے۔ نیز یہ تعین بھی ضروری ہے کہ حضور کا یہ وضو واجب تھا، یعنی حدیث کی حالت میں فرمایا گیا

تھا یا مستحب یعنی وضو علی الوضو تھا، نیز یہ حکم بھی واضح ہونا ضروری ہے کہ یہ حکم عام ہے یعنی تمام امت کیلئے ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے ورنہ کہا جاسکتا ہے۔

”واقعة حال لا عموم لها“ (حاشیہ امداد الفتاویٰ جلد ۱/ ۷۹)

گویا حضرت استاذ مدظلہ کے بقول اس حدیث میں تین احتمال ہیں:

(۱) جرابین چونکہ مطلق ہیں اس میں یہ متعین کرنا ضروری ہے کہ پہلے ذکر کردہ چھ قسموں میں سے کون سی قسم کی جراب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنے ہوئے تھے۔

(۲) کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ٹوٹ گیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیا وضو کر کے جوربین پر مسح کیا یا پہلے سے وضو تھا دوبارہ محض ثواب کی نیت سے وضو کیا، رفع حدث مقصود نہ تھا۔

(۳) کیا یہ حکم حضور ﷺ کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ دوسری خصوصیات ہیں یا تمام امت کیلئے عام حکم یہی ہے، گویا ان احتمالات میں سے صحیح صورت حال واضح اور متعین کرنے کے بغیر استدلال واضح نہیں جبکہ پہلے دو احتمال بعض حضرات کے نزدیک (کہ موزے چڑے کے تھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو پر وضو کیا تھا) متعین ہیں (انوار المحمود شرح ابوداؤد جلد ۱/ ۶۷، معارف السنن جلد ۱/ ۳۴۸)

اجمال کی وضاحت میں علماء کی آراء

(۱) محدث کبیر مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ روایت تقریباً ستر سندوں سے نقل کی گئی ہے اور اس ترمذی کی سند کے علاوہ کسی میں بھی ”او مسح فیہا علی الجوربین والنعلین“ کا ذکر نہیں ہے بلکہ ”مسح علی الخفین“ یعنی خف پر مسح کرنا مروی ہے۔ ”فان هذه الواقعة قد رويت في نحو سبعين طرقا ولا يذكر احد ان النبي مسح فيهما علی الجوربین والنعلین فما اخرجه الترمذی وهم قطعاً“ (فیض الباری جلد ۱/ ۳۰۲)

اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ لیا جائے کہ یا تو یہ بھی خفین تھے یا جوربین سے مراد خفین جوربین لیا جائے تاکہ یہ سند بھی ان ستر سندوں کے مطابق ہو جائے اور ایک صحابیؓ کی ایک ہی روایت میں تضاد نہ ہو جائے جب کہ زیادہ سندوں میں خفین کا تذکرہ ہے۔

(۲) یہ حدیث شریف ابوداؤد میں ہے اور اسی ابوداؤد میں انہی مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے خفین (چڑے کے موزوں پر مسح فرمایا ہے)

”ان رسول الله مسح علی الخفین“ (ابوداؤد شریف جلد ۱/ ۲۱)

(۳) پہلے تفسیر طبری علامہ شوکانی اور شیخ عبدالحق محدث رحمہم اللہ کے بارے میں گذر چکا ہے کہ جوربین سے مراد خفین ہی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱/ ۲۸۲)

(۴) امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا کہ جوربین پر مسح کرنا بہت سے علماء کا قول ہے اور یہی امام سفیان ثوریؒ ابن مبارکؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق کا قول ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جوربین پر مسح جائز ہے جبکہ وہ خفین ہوں اور خفین کی تعریف پہلے گذر چکی ہے،

”وهو قول غير واحد من اهل العلم وبه يقول سفیان الثوری وابن المبارک

والبنسافعی واحمد واسحق قالوا یمسح علی الجوربین وان لم یکونا نعلین اذا

کانا خفین“ (ترمذی شریف جلد ۱/ ۲۹) گویا ان علماء اور ائمہ کے نزدیک بھی عام موزوں پر مسح جائز نہیں ہے؛ بلکہ ان جوربین پر مسح کرنا جائز ہے جو خفین ہوں عام موزوں پر بالکل جائز نہیں ہے

”وعلم من هذا القید ان الجوربین اذا کانا رقیقین لا یجوز المسح علیہما عند

هؤلاء الائمة“ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱/ ۲۷۸) (۵) ابوالولید فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے منعل جوربین پر مسح فرمایا ہے۔ (انوار المحمود جلد ۱/ ۶۷، معارف السنن جلد ۱/ ۳۴۸)

کیونکہ اگر یہ مراد نہ لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کس چیز پر مسح فرمایا اس حدیث میں

دو چیزوں کا تذکرہ ہے، (۱) جورب (۲) جوتی، یا تو یہی مراد لے لو جو ابوالولید نے فرمایا اگر یہ مراد نہ

لیتے تو کہنا پڑے گا صرف جراب اور صرف جوتی پر مسح کرنا جائز ہے حالانکہ صرف جوتی پر مسح کے

جواز کا کوئی قائل نہیں تو صرف جراب پر مسح کرنا بھی جائز نہ رہے گا جب یہ نہیں مراد لے سکتے تو ابوالولید کی تاویل ہی قبول کرنی پڑے گی۔

(فتاویٰ ندیریہ جلد ۱/ ۳۳۱)

(۶) عام موزوں پر مسح کرنا ایسے احتمالات سے ثابت ہے جن پر دل مطمئن نہیں ہوتا ہے بلکہ شک

رہتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شک والی چیز کو چھوڑ دینے اور یقین والی صورت کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ ”وان المسح علی غیر الادیم فثبت بالاحتمالات التی لم

تطمئن النفس به وقال النبی دُع ما یریک الی ما لا یریک“ (خرجہ احمد وغیرہ، فتاویٰ

نذیریہ جلد ۱/۳۲۱) حدیث کے بارے میں محدثین کی آراء

یہ مذکورہ گذارشات تو اس صورت میں ہیں جب کہ اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ محدثین کو اس حدیث کے صحیح ہونے میں کلام ہے۔

(۱) یہ حدیث جو مغیرہ سے مروی ہے اور ایسے ہی اسی معنی کی دوسری حدیث جو ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے امام ابوداؤد ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: ”قال ابو داؤد کان عبد الرحمن بن مہدی لا یحدث بهذا الحدیث لان المعروف عن المغیرة ان النبی مسح علی الخفین وروی هذا ایضاً عن ابی موسیٰ الانسیری عن النبی انه مسح علی الجوربین ولیس بالمتصل ولا بالقوی“ (ابوداؤد شرف جلد ۱/۲۱)

ابوداؤد نے کہا کہ عبد الرحمن بن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے اس لئے کہ مغیرہ بن شعبہؓ سے جو روایت منقول ہے اس میں خفین (چمڑے کے موزوں) پر مسح کرنا منقول ہے (اس میں جو رہن کا تذکرہ نہیں ہے) اور یہ حدیث ابو موسیٰ اشعریؓ سے بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رہن پر مسح کیا لیکن یہ حدیث نہ متصل ہے اور نہ ہی مضبوط ہے۔

(۲) علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ مغیرہ والی حدیث میں جو رہن اور نعلین کا تذکرہ بالکل نہیں ہے، اور یہ قطعی اور یقینی طور پر وہم ہے، ”واعلم انه لا ذکر فی حدیث المغیرہ للجوربین والنعلین اصلاً وهو وهم قطعاً“ (فیض الباری جلد ۱/۳۰۲)

(۳) امام بیہقی نے فرمایا یہ حدیث منکر ہے سفیان ثوری، عبد الرحمن بن مہدی، احمد بن حنبلؓ بن معین علی بن المدینی اور امام مسلم جیسے جلیل القدر علماء نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(تحفۃ الاحوذی جلد ۱/۲۷۹، نصب الراية لاحادیث الہدایہ صفحہ ۱۸۲، معارف السنن ۱/۳۲۹)

(۴) امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی ابو قیس اور ہذیل نے اس حدیث کے بقیہ تمام راویوں کی مخالفت کی ہے چونکہ سب نے صرف چمڑے کے موزوں پر مسح کو نقل کیا ہے لہذا ابو قیس اور ہذیل جیسے راویوں کی وجہ سے قرآن کو نہیں چھوڑا جاسکتا ہے۔ (معارف السنن ۱/۳۳۹، فتاویٰ نذیریہ ۱/۳۲۷)

(۵) علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث اس حدیث کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں، لہذا امام ترمذیؒ کا یہ کہنا (کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے) قبول نہیں ہے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱/۲۷۹)

(۶) امام نسائی فرماتے ہیں کہ کسی ایک راوی نے بھی ابو قیس کی طرح اس روایت کو نقل نہیں کیا ہے حضرت مغیرہ سے صحیح طور پر صرف خفین پر مسح کرنا منقول ہے۔ (تحفۃ الاحوذی، ایضاً)

(۷) عبد الرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میرے نزدیک غیر مقبول ہے (ایضاً)

(۸) حضرت علی ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے نقل کیا (اور سب نے خفین نقل کیا) لیکن جب ہذیل نے نقل کیا تو اس میں جرابوں پر مسح کا اضافہ کیا اور سب لوگوں کی مخالفت کی۔ (معارف السنن جلد ۱/۳۲۹)

یہ ہے اس حدیث کے بارے میں ان کبار محدثین کی آراء جن کا قول معتبر اور سب سے مقدم ہے ان کے بعد بھی اگر کوئی اس حدیث کے صحیح ہونے پر اصرار کرے اور عام موزوں پر مسح کی اجازت دے کر اس حدیث سے استدلال کرے تو ان جلیل القدر محدثین کے مقابلہ میں اس کا کیا اعتبار؟ نیز امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر ان جلیل القدر محدثین میں سے کوئی ایک بھی تنہا اس روایت کو ضعیف قرار دیتا تب بھی اس ایک کی جرح تمام دیگر حضرات کے مقابلے میں قابل ترجیح ہوتی چہ جائیکہ یہ سب اس کی تضعیف پر متفق ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ۱/۲۷۸، معارف السنن جلد ۱/۳۳۹، نصب الراية ۱۸۲)

دوسری حدیث کا صحیح مطلب

”عن ابی موسیٰ ان رسول اللہ توضعاً ومسح علی الجوربین والنعلین“

یعنی حضور اکرم ﷺ نے وضو کرتے وقت جرابوں اور جوتیوں پر مسح فرمایا اس حدیث شریف میں بھی (جو رہن کا لفظ آیا) اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس میں جو رہن کا مطلب وہی ہے جو پہلے

حدیث میں تفصیل کے ساتھ گذر گیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۱، بیہقی، معجم طبرانی)

(۱) جور بن مجمل ہے کہ چھ قسموں میں سے کون سی قسم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے ہوئے تھے اور ان پر آپ نے مسح فرمایا۔

(۲) بہتر ہے کہ اس حدیث میں جور بن مجمل سے ٹخنیں مراد لیا جائے تاکہ یہ حدیث متواتر احادیث کے مطابق ہو جائے جب کہ امام ترمذی نے پہلی والی حدیث میں سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق کے بارے میں نقل فرمایا کہ یہ محدثین اور فقہاء اس جور پر مسح کے قائل تھے جو ٹخنیں ہوں ٹخنیں کی تعریف..... صفحہ ۳۰ پر گذر چکی ہے۔

(۳) صاحب تحفۃ الاحوذی کے حوالے سے یہ بات گذر چکی ہے کہ تفسیر طبری اور علامہ شوکانی شیخ عبدالحق کے نزدیک جورب کے معنی چڑے کے موزے ہیں۔

(۴) الجور بن النعلین کا مطلب ابو الولید کے فرمان کے مطابق جور بن منعلین لیا جائے یعنی حضور اکرم ﷺ نے منعل جور بن پر مسح کیا اور پہلے ذکر کردہ موزوں کی قسموں میں سے (وہ پہلی یا چوتھی قسم) ہے لیکن یہ جوابات اس صورت میں ہیں جب کہ اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے ورنہ محدثین نے اسکو بھی ضعیف کہا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں محدثین کی آراء

(۱) امام ابوداؤد نے فرمایا یہ حدیث نہ متصل ہے نہ قوی ہے (ابوداؤد شریف جلد ۱/۲۲)

اس روایت کو ضحاک نے ابو موسیٰ سے روایت کیا ہے لیکن ضحاک کا ابو موسیٰ سے سماع ثابت نہیں ہے، اس لئے کہ یہ حدیث متصل نہیں ہے اور اس روایت میں ایک راوی عیسیٰ بن سنان ہے وہ ضعیف ہے اس لئے یہ حدیث قوی بھی نہیں ہے۔ ”فحکم ابو داؤد علیہ بانہ لیس بالمتصل ولا بالقوی وقال البيهقي... له علتان احدهما ان الضحاک بن عبد الرحمن لم يثبت سماعه من ابي موسى والثانية ان عيسى بن سنان ضعيف انتهي۔

(انوار المحمود شرح ابی داؤد، ۱/۶۷، تحفۃ الاحوذی جلد ۱/۲۸۰)

(۲) عیسیٰ بن سنان (اس حدیث کے ایک راوی) کو اختلاط ہوتا تھا وہ ضعیف الحدیث ہیں۔ (۳) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل، ابن معین، ابوزرعہ، نسائی نے عیسیٰ بن سنان کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۴) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ضحاک بن عبد الرحمن کا سماع ابو موسیٰ سے ثابت نہیں لہذا یہ روایت منقطع ہوئی۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱/۲۸۰) اس پر بعض حضرات کی طرف سے یہ اعتراض ہے کہ روایت کیلئے سماع کا شرط ہونا متفق علیہ نہیں ہے، نیز بعض حضرات نے ضحاک کی ابو موسیٰ سے سماع کی تصریح کی ہے اور عیسیٰ بن سنان کی توثیق بھی بعض حضرات نے کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ضحاک کا ابو موسیٰ سے سماع کو تسلیم بھی کیا جائے تو تب بھی ایک کمزوری یعنی عیسیٰ بن سنان کا ضعف باقی ہے جس کی وجہ سے حدیث بحالہ ضعیف اور قابل استدلال نہیں رہی۔ اور یہ کہنا کہ بعض حضرات نے عیسیٰ بن سنان کی توثیق کی ہے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ ابن معین ہے کیونکہ صاحب تحفۃ الاحوذی فرماتے ہیں: ”ففيه ان ابن معين ايضا ضعفه“ (۱/۲۸۰) یعنی ابن معین نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے اور یہ کہنا کہ امام ترمذی نے عیسیٰ بن سنان کی سند سے جناز میں ایک روایت نقل کر کے اس کی تحسین کی ہے، جن کے جواب میں صاحب تحفۃ الاحوذی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی کی تحسین قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ وہ انقطاع کی تصریح کے باوجود حدیث کو حسن کہتے ہیں اس بارے میں امام ترمذی کا تساہل مشہور عام ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ۱/۲۸۰) یہ ہے اس حدیث کا حال اور محدثین کی اس پر جرحیں پھر اسے کیسے استدلال کیا جائے۔

تیسری حدیث کا جائزہ

”عن بلال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح على الخفين والجوربين“ (معجم الطبرانی) حضرت بلالؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چڑے کے موزوں اور جرابوں پر مسح کرتے ہیں۔ اس حدیث میں بھی جورب کا لفظ آیا ہے، اس حدیث کو صحیح ماننے کی صورت میں وہی تین جواب ہیں جو پہلی دو حدیثوں میں دیئے گئے، نیز حضرت بلالؓ

سے ابن ماجہ میں دوسری روایت ہے اس میں جورب کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ خفین کا تذکرہ ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت بھی مشکوک ہے، ملاحظہ ہو محدثین کی آراء:

- (۱) امام زبیلی فرماتے ہیں یزید بن ابی زیاد اور ابن ابی لیلیٰ دونوں ضعیف ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱/ ۲۸۱)
- (۲) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے، بڑھاپے میں اس کی حالت بدل گئی اور وہ شیعہ تھا۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱/ ۲۸۱)
- (۳) اس کی ایک سند میں ایک راوی اعمش ہے وہ مدلس ہے اس نے حکم سے ععن سے روایت کیا اور حکم سے اپنے سماع کو ذکر نہیں کیا۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱/ ۲۸۱)
- (۴) امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اعمش کا ہے ضعیف راوی سے تدلیس کرتا ہے اور اس کا پتہ نہیں چلتا۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱/ ۲۸۱) واضح رہے کہ اس حدیث کی دوسندیں ہیں استدلال کرنے والے بھی کہتے ہیں کہ ایک سند ضعیف ہے لیکن دوسری سند کے بارے میں ابن حجر کے حوالے سے یہ نقل کیا گیا۔ ”اخرجه الطبرانی بسندین رجال احدهما ثقات“ یعنی اس حدیث کو طبرانی نے دوسندوں سے نقل کیا ہے، جس میں ایک سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

- (۱) اس کا جواب یہ ہے کہ اس سند میں بھی ایک راوی اعمش ہے جو کہ مدلس ہے اور اس نے ععن سے روایت کی ہے اور مدلس راوی کا ععن قبول نہیں ہے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱/ ۲۸۱)
- (۲) تمام راوی ثقہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس روایت کا متن بھی صحیح ہو چونکہ یہاں ثقہ راوی مدلس ہے اور وہ اپنے استاد سے ععن کے ساتھ روایت کرتا ہے اور مدلس کا ععن قبول نہیں ہے۔

(تحفۃ الاحوذی جلد ۱/ ۲۸۱)

یہ ہے وہ تیسرا سپہارا جو جمہور علماء کی رائے سے ہٹ کر بعض لوگ اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں چوٹی دلیل آثار صحابہ سے استدلال اور اس کا جواب

سنن ابی داؤد باب المسح علی الجوربین میں ہے ”ومسح علی الجوربین“ (۱) ”علی ابی طالبؓ (۲) وابن مسعودؓ (۳) والبراء بن عازبؓ (۴) والنس بن مالکؓ (۵) ابو امامہؓ

(۶) وسہل بن سعدؓ (۷) وعمر بن حریشؓ (۸) وروی ذلک عن عمر بن الخطابؓ (۹) وابن عباسؓ، (ابوداؤد شریف جلد ۱/ ۲۲) یعنی ان نوصحابہ علی بن ابی طالب، ابن مسعود، براء بن عازب، انس بن مالک، ابو امامہ، سہل بن سعد، عمرو بن حریش، عمر بن الخطاب وابن عباسؓ، رضی اللہ عنہم اجمعین نے جو ربین پر مسح کیا اور بعض حضرات نے عبد اللہ بن عمرؓ سعد بن وقاصؓ، حضرت بلالؓ ابن ابی اوفیؓ، مغیرہؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ عمارؓ کا نام بھی لیا ہے گویا صحابہ میں سولہ حضرات نے جو ربین پر مسح کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جورب کے معنی میں اجمال ہے اور اس اجمال کی وضاحت ضروری ہے، سابقہ تین روایتوں میں جورب کے جو معنی بیان کئے گئے ہیں وہی معنی یہاں بھی ہیں اور جب تک یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ ان صحابہؓ نے جن جو ربین پر مسح کیا وہ کیسی تھیں ٹخنیں تھی یا باریک تب تک اس سے استدلال واضح نہیں ہے، ہاں اگر کوئی صاحب احسان فرما کر یہ ثابت کر دے کہ صحابہؓ نے جن جو ربین پر مسح کیا وہ بالکل باریک تھیں عام موزوں کی طرح تھیں ٹخنیں تھیں تو ہمیں اس کے تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ صحابہ کا کیا ہوا کام واجب التسلیم ہے، لیکن یاد رہے ایسا نہ کسی نے اب تک ثابت کیا ہے اور نہ کوئی انشاء اللہ ثابت کر سکتا ہے اور اگر کوئی نبرد آزما کرنا چاہے تو دریغ نہ کرے دیدہ باید۔ اور یہ جواب کوئی اختراعی نہیں ہے بلکہ غیر مقلدین (نام کے اہل حدیث جو کہ سوتی موزوں پر مسح کرنے کے علمبردار ہیں) کے مسلم عالم اور ترمذی شریف کے مشہور شارح مولانا عبدالرحمن مبارک پوری تحفۃ الاحوذی اور فتاویٰ نذیریہ میں شیخ الکل مولانا نذیر احمد حسین کے تصدیقی دستخط کے ساتھ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ جو جو ربین استعمال کرتے تھے اور ان پر مسح کرتے تھے وہ اتنی باریک نہیں ہوتی تھے کہ پاؤں پر خود بخود ڈھبہ نہ سکیں اور ان کو پہن کر طویل مسافت پیدل طے نہ ہو سکے بلکہ وہ موٹی اور سخت ہوا کرتی تھیں جو خفین کے حکم میں ہوتی تھیں، لہذا وہ خفین پر مسح والی احادیث کے ضمن میں شامل ہیں اور میرے نزدیک یہی واضح ہے امام احمد بن حنبلؓ کا بھی یہی فرمان ہے کہ ان حضرات نے جن جرابوں پر مسح کیا وہ خفین کے مانند تھیں۔ نیز جو ربین کے متعلق جتنی بھی روایات آئی ہیں ان میں سے کسی ایک حدیث کے صحیح ہونے پر بھی اتفاق نہیں ہے۔

”واما المسح على الجوربين فلم يرد فيه حديث اجمع على صحته الخ: اما الوجه الثانى ففيه انه لم يثبت ان الجوربة التى كان الصحابة يمسحون عليها كانت رقائيق بحيث لا تتمسك على الاقدام ولا يمكن لهم تتابع المنبى فيها فيحتمل انها كانت صفيقة ثخينة فرأوا انها فى معنى الخفاف وانها داخلة تحت احاديث المسح على الخفين وهذا الاحتمال هو الظاهر عندى وقد عرفت قول الامام احمد انما مسح القوم على الجوربين لانه كان عندهم بمنزلة الخف الخ: (تحفة الاحوذى جلد ۱/ ۲۸۵) پھر فرماتے ہیں کہ جب وہ باریک جوربین تھیں ان سے باریک اور ہر قسم کے موزوں پر مسح کیسے ثابت ہوتا ہے۔

”فلا يلزم من مسح الصحابة على الجوربة التي كانوا يمسحون عليها جواز المسح على الجوربين مطلقا ثخينين كانا او رقيقين ففكر (تحفة الاحوذى ۱/ ۲۸۶) اور فتاویٰ نذیریہ میں فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے جوربین پر مسح کیا لیکن یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ انہوں نے کوئی جراب پر مسح کیا اور جب تک یہ واضح نہ ہو جائے کہ وہ باریک ہی تھیں تب تک نہ استدلال درست ہے اور نہ ہم ظاہر قرآن (یعنی پیروں کے غسل) کو چھوڑ سکتے ہیں۔

”ثم لا يدرى ان الصحابة على اى نوع من انواع الجورب مسحوا لان الرواة انما حكموا انهم مسحوا على الجوربين ولم يبين اكثرهم صفة الجوربين الذين مسحوا عليهما ومن المعلوم ان الفعل المثبت لا عموم له ولا يدرى ايضا ان الصحابة الماسحين على الجوربين كانوا قائلين بجواز المسح على كل نوع من انواع الجورب او على بعض دون بعض ولا يدرى ايضا انهم كانوا قائلين بجواز المسح على الجوربين مع النعلين او كانوا قائلين بجواز لاقتصار على مسح الجوربين والظاهر من فعل ابى مسعود لا نصارى وعلى والبراء بن عازب انهم كانوا يمسحون على الجوربين مع النعلين فمالم يتحقق هذه الامور لم يتبين

كيف يصح الاستدلال بافعالهم رضى الله عنهم على جواز المسح على كل نوع من انواع الجورب او على نوع معين منها“ (فتاویٰ نذیریہ جلد ۱/ ۲۹۲)

گویا مولانا مبارک پوری فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے جن جوربین پر مسح فرمایا ان کی صفت معلوم ہی نہیں کہ وہ ٹخنیں یا باریک پھر ہر قسم کے موزوں پر مسح کرنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور تحفۃ الاحوذی کے حوالہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صحابہؓ نے جن جوربین پر مسح فرمایا وہ خفین کی مانند تھیں اور یہ مولانا مبارک پوری کا صرف اپنا ہی خیال نہیں ہے بلکہ وہ امام احمد بن حنبل جیسے محدث کا فرمان بھی نقل فرما رہے ہیں کہ صحابہؓ جن جوربین پر مسح کرتے تھے وہ خفین کی مانند تھیں عام موزے نہ تھے۔

پانچویں دلیل کا جواب

”عن ثوبان قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاصابهم البرد فلما قدموا على النبي بشكوا اليه ما اصابهم من البرد فامرهم ان يمسحوا على العصائب والتساخين“ (ابوداؤد جلد ۱/ ۱۹، تحفة الاحوذى ۱/ ۲۸۷) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مجاہدین کی ایک چھوٹی سی جماعت باہر بھیجی انہیں سردی لگ گئی، واپس آنے پر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سردی لگنے کی شکایت کی تو آپ نے ان کو عصائب اور تساخین پر مسح کرنے کی اجازت دے دی۔ ”قوله امرهم اى رخص لهم ان يمسحوا“ یعنی حضور ﷺ نے ان کو تساخین پر مسح کرنے کی اجازت دے دی۔ (انوار المحمود شرح ابوداؤد جلد ۱/ ۱۶)

اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس میں لفظ تساخین غور طلب ہے اور لغت میں تساخین کے تین معنی بیان کئے گئے ہیں (۱) تساخین خفین یعنی چڑے کے موزے ہی ہیں۔ (۲) تساخین ہر قسم کے موزوں کو کہتے ہیں چاہے چڑے کے ہوں یا چاہے سوتی وغیرہ کے ہوں۔ (۳) تساخین ایک قسم کی ٹوپی ہے۔ صاحب تحفۃ الاحوذی فرماتے ہیں: ”فحصل للتساخين ثلاثة تفاسير الاول انها هى الخفاف والثانى انها كل ما يسخن به القدم والثالثة انها تعريب تبسكن هو اسم غطاء من اغطية الرأس“ (تحفة الاحوذى جلد ۱/ ۲۸۷)

تساخین کے پہلے معنی

ابن اثیر نہایت ہی فرماتے ہیں کہ تساخین سے مراد خف چڑے کے موزے ہیں ”قال ابن الاثير فى النهاية فى حرف التاء ما لفظه امرهم ان يمسحوا على التساخين هى الخفاف“ (تحفة الاحوذى جلد ۱/ ۲۸۷) ”والتساخين جمع تسخان قيل هى الخفاف“ تساخین تسخان کی جمع ہے اور وہ چڑے کے موزے ہیں۔ (انوار المحمود جلد ۱/ ۲۶)

”وجاء فى الحديث ذكر العمائم والتساخين فقال من تعاطى تفسيره هو الخف حيث لم يعرف فارسية“ (انوار المحمود جلد ۱/ ۲۶) یعنی جن کے معانی کا اعتبار ہے وہ کہتے ہیں تساخین چڑے کے موزوں کو کہتے ہیں بلوغ المرام میں اس روایت کے بعد خود راوی کی وضاحت موجود ہے کہ تساخین سے مراد خفین ہیں، جب یہ معنی لئے جائیں تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کو چڑے کے موزوں پر مسح کی اجازت دے دی، عام موزوں پر مسح کرنا اس سے کہاں ثابت ہوگا اور عام موزوں پر اسے مسح ثابت کرنا بالکل صحیح نہیں ہے۔ صاحب تحفة الاحوذى یہی فرماتے ہیں: ”فلما ثبت ان التساخين عند اهل اللغة والغريب هى الخفاف فلا استدلال بهذا الحديث على جواز المسح على الجوربين مطلقا تخمين كانا اور رقيقين غير صحيح“ (تحفة الاحوذى جلد ۱/ ۲۸۷)

تساخین کے دوسرے معنی

تساخین ہر قسم کے موزوں کو کہتے ہیں چاہے چڑے کے ہوں یا چاہے سوتی وغیرہ کے ہوں۔ غیر مقلدین کی مقبول عام کتاب صلوٰۃ الرسول میں اس کے مصنف امام ابن ارسلان کے حوالہ سے تساخین کی تعریف یہ نقل کرتے ہیں، ”اصل ذالك كل ما يسخن به القدم من خف وجورب ونحوهما“ یعنی تساخین ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے پاؤں کو سردی سے بچایا جائے خواہ وہ چڑے کے ہوں جو رب کے ہوں یا ان جیسے ہوں صلوٰۃ الرسول، ۱۰۹۔

یہی معنی صاحب تحفة الاحوذى نے بھی نقل کئے ہیں (تحفة الاحوذى جلد ۱/ ۲۸۷) یہی معنی جوہری

کے حوالہ سے انوار المحمود میں نقل کئے گئے ہیں۔ (انوار المحمود علی سنن ابی داؤد جلد ۱/ ۷۲)

سوال یہ ہے کہ جب تساخین ہر قسم کے موزوں کو کہتے ہیں تو آپ حضرات نے یہ کہاں سے متعین کیا کہ ان صحابہ کے پیروں میں سوتی موزے تھے اور جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے تب تک اس کو دلیل میں پیش کرنا درست نہیں ہے، جب کہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ صحابہ چڑے کے موزے پہنے ہوئے تھے اور یہ احتمال ہی نہیں بلکہ اس کی تائید ان معانی سے بھی ہوتی ہے کہ جو پہلے معنی کے عنوان سے گزر گئے پھر آپ کا استدلال کیسا ہے۔

تساخین کے تیسرے معنی

تساخین ایک قسم کی ٹوپی، حمزہ اصفہائی فرماتے ہیں کہ تساخین ایک قسم کی ٹوپی ہے، جسے خاص طور پر علماء پہنا کرتے تھے۔ ”قال حمزه الاصفهاني والتسخان فتعريب تنسكن وهو اسم غطاء من اغطية الراس كان العلماء والموا بذة ياخذونه على رؤسهم خاصة“ (تحفة الاحوذى جلد ۱/ ۲۸۷، انوار المحمود علی سنن ابی داؤد ۶۳)

اگر یہ معنی لئے جائیں کہ تساخین ٹوپی کو کہتے ہیں تو عام سوتی کے موزوں پر اس سے مسح کو ثابت کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب تساخین کے تین معانی ہیں تو سینہ زوری کر کے اس پر اصرار کرنا کہ تساخین عام سوتی موزوں کو ہی کہتے ہیں کہ اور اس کو استدلال میں پیش کرنا جہالت اور خود سری ہے۔ صاحب تحفة الاحوذى فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس حدیث میں تساخین سے عام موزے مراد ہیں اور باقی کا انکار کرے اس پر صاف دلیل پیش کرنی چاہیے اس کے بغیر تو خیالی پلاؤ پکانے کے مرادف ہے۔

”فمن ادعى ان المراد بها فى حديث ثوبان المذكور كل ما يسخن به القدم دون غيره فعليه بيان الدليل الصحيح ودونه خراط القتاد“ (تحفة الاحوذى جلد ۱/ ۲۸۷)

اور علی سبیل التزل اگر تساخین کے معنی جورب کے ہی لئے جائیں تب بھی جورب کے معنی میں

اجمال ہے اور اس کے وہی جوابات ہیں جو کہ سابقہ چار حدیثوں میں گزر گئے ہیں، یہ جوابات اس وقت ہو سکتے ہیں جب کہ اس کو صحیح تسلیم کیا جائے لیکن اس حدیث کی صحت بھی مشکوک ہے۔

(۱) یہ حدیث منقطع ہے حافظ ابن ابی الحاکم نے کتاب المراسیل صفحہ ۲۲ میں امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے کہ راشد بن سعد کا سماع ثوبان سے ثابت نہیں ہے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۲/۲۸۷)

(۲) حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں فرمایا کہ ابو حاتم نے کہا کہ حربی نے ثوبان سے نہیں سنا (تحفۃ الاحوذی جلد ۲/۲۸۷) یہ ہے پانچویں دلیل کا حال

حافظ ابن تیمیہ کا مسلک

بعض لوگ حافظ ابن تیمیہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ بھی عام سوتی موزوں پر مسح کے جواز کے قائل تھے۔ مولانا مبارک پوریؒ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہ کی رائے بھی جمہور کی رائے کے موافق ہے نہ کہ مخالف اس لئے وہ ان موزوں پر مسح کے جواز کے قائل ہیں جن میں مسلسل چلنا ممکن ہو اور ٹخنیں موزوں کو ہی پہن کر مسلسل چلنا ممکن ہے، اس لئے وہ بھی جمہور کے موافق ہے۔

”فانہ رحمہ اللہ قید جواز المسح علی الجوربین بقولہ اذا كان یمنی فیہما وظاہر ان تتابع المنبی لا یمکن فیہما الا اذا كانا ثخنین“ (تحفۃ الاحوذی ۱/۲۸۸)

مذکورہ دلائل پر ایک اجمالی تبصرہ

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد مولانا یوسف بنوریؒ بحث کے آخر میں فرماتے ہیں، ”اما المسح علی الجوربین فلم یرد الا فی ثلاث روایات من حدیث المغیرۃ وحديث ابی موسی وحديث بلال وحديث ابی موسی وبلال فکلاهما ضعیف کما فی نصب الراية وحديث المغیرۃ امامک کلام ائمة الفن جهاذۃ النقد فیہ ثم لم یتطرق منہ کتطرق المسح علی الخفین فکیف یت ترک القرآن المقطوع بخبر لو صح لکان مظنوناً فضلاً عن جرح الائمة والیہ انبار مسلم فیما حکاہ تقی الدین لا نترک ظاہر القرآن بمثل ابی قیس وهزیل“ (معارف السنن جلد ۱/۳۵۰)

صاحب معارف السنن کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ جو ربین پر مسح صرف تین روایتوں میں آیا ہے۔ (۱) حضرت مغیرہؓ (۲) حضرت ابو موسیؓ (۳) حضرت بلالؓ کی حدیث ان میں حضرت ابو موسیؓ اور حضرت بلالؓ، دونوں کی حدیث ضعیف ہیں، اور حضرت مغیرہؓ کی حدیث کے بارے میں آپ کے سامنے ماہرین حدیث کے آراء ہیں (جو پہلی حدیث کی تفصیل میں گزر گئیں) پھر بھی ان کا ثبوت خفین والی احادیث کی طرح متواتر نہیں ہیں تو کیسے قرآن کا قطعی حکم ایسی حدیث کی وجہ سے چھوڑا جائے اگر ان کو صحیح بھی مانا جائے تب بھی اس میں احتمال ہے (کہ وہ ٹخنیں تھیں یا رقیق) چنانچہ (یہ صحیح بھی نہیں ہے) بلکہ فن حدیث کے اماموں نے اس پر جرحیں بھی کی ہیں اور اسی کی طرف امام مسلم نے تقی الدین کے حوالہ سے اشارہ کیا ہے کہ ہم ابوقیس اور ہزیل جیسے راویوں کی وجہ سے قرآن کے ظاہری حکم (پیروں کے دھونے) کو نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔

اہل حدیث کے چونی کے علماء کی آراء

چونکہ اس مسئلہ پر سب سے زیادہ زور نام نہاد اہل حدیث دیتے ہیں، اس لئے مناسب ہے کہ اہل حدیث کے چونی کے علماء کی آراء کو بھی نقل کیا جائے تاکہ کسی بہانہ ساز کو کسی طرح کے بہانہ کا موقع نہ ملے۔

(۱) مولانا عبدالرحمن مبارک پوریؒ غیر مقلدین کے مشہور عالم اپنی کتاب تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں تحریر فرماتے ہیں: ”والحاصل انه ليس في باب المسح على الجوربين حديث صحيح مرفوع خال عن الكلام هذا ما عندي“ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱/۲۸۱)

یعنی پوری تحقیق کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جرابوں پر مسح کرنا کسی ایسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے جو محدثین کے نزدیک جرح و تنقید سے خالی ہو۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہوئے اپنی رائے لکھتے ہیں: ”والراجع عندی ان الجوربین اذا كانا صفيقين ثخنين فهما في معنى الخفين يجوز المسح عليهما واما اذا كانا رقيقين بحيث لا يتمسكان على القدمين بلابند ولا یمکن المنبی فیہما فهما ليسا في معنى الخفين وفي جواز المسح عليهما عندی تأمل“ (ایضاً تحفۃ الاحوذی ج ۱/۲۸۶)

یعنی قول راجح میرے نزدیک اس بارے میں یہ ہے کہ جو رہین اگر خنین ہوں جن میں پانی نہ چھتا ہو تو وہ خفین کے حکم میں ہے ان پر مسح جائز ہے اور اگر وہ ایسی باریک ہوں جو بغیر باندھے ٹانگوں پر اپنی مضبوطی کی وجہ سے قائم نہ رہتی ہوں اور ان کو پہن کر مسلسل چلنا ممکن نہ ہو تو وہ خفین کے حکم میں نہیں ہے اور میرے نزدیک ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہی جمہور علماء کا مسلک ہے جس کو پہلے ہی تنقیح المناط کے عنوان سے تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

(۲) اہل حدیث کے شیخ الکل مولانا میاں نذیر حسین صاحب کے مجموعہ فتاویٰ، فتاویٰ نذیریہ جلد اول میں جو رہین کے مسح پر ایک تفصیلی فتویٰ مندرج ہے آخر میں حاصل کلام یوں تحریر فرماتے ہیں: ”والحاصل انه لم يقيم على جواز المسح على الجوربة المسبولة عنها دليل لا من الكتاب ولا من السنة ولا من الاجماع ولا من القياس الصحيح كما عرفت والثابت من الكتاب غسل الرجلين ورخص رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسح على الخفين ولم يثبت منه الرخصة في المسح على الجوربين فكيف يجوز المسح عليهما“ (فتاویٰ نذیریہ جلد ۱/۲۹۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جن جو رہین کے بارے میں سوال کیا گیا ان پر مسح کے جواز کی کوئی دلیل قرآن و حدیث اجماع امت اور قیاس صحیح سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا اور قرآن سے پیروں کا دھونا ثابت ہے اور خفین پر مسح کی اجازت رسول اللہ ﷺ نے دی ہے، لیکن جو رہین پر مسح کی اجازت حضورؐ سے ثابت نہیں ہے تو پھر ان پر مسح کیسے جائز ہوگا۔

(۳) غیر مقلدین کے مشہور مجتہد مولانا عبد اللہ روپڑیؒ لکھتے ہیں مسح شرع میں یہ ہے کہ پانی اوپر رہے اندر نہ جائے اور پتلی جراب میں پانی اندر چلا جائے گا تو مسح نہ ہوا۔ (فتاویٰ اہل حدیث جلد ۲/۱۲)

(۴) مولانا ابوسعید شرف الدینؒ نے بھی تحریر فرمایا کہ یہ (عام جرابوں پر مسح) نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث مرفوعہ صحیح سے نہ اجماع سے نہ قیاس صحیح سے نہ چند صحابہ کے فعل سے اور غسل رجلین

(پاؤں کا دھونا) نص قرآنی سے ثابت ہے لہذا خف (چمڑے کے موزے) کے سوا جراب پر مسح کرنا ثابت نہیں ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱/۴۴۲)

یہ اہل حدیث کے چوٹی کے علماء کی آراء ہیں اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ چار ائمہ امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اہل حدیث کے مقتدر علماء اس بارے میں متفق ہیں کہ عام سوتی موزوں پر مسح کرنا بالکل ناجائز ہے، اور ان احادیث کا حال بھی معلوم ہو گیا جن سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں پھر بھی اگر کوئی عام موزوں پر مسح کر کے نماز پڑھے یا دوسروں کو پڑھائے اور اپنی آخرت خراب کرے تو اس کا کیا علاج؟

اصول فقہ سے مذکورہ احادیث کا جواب

سوتی موزوں پر مسح کرنے والوں کی دلیلوں کا جواب تفصیل کے ساتھ آ گیا کہ ان میں سے کوئی بھی حدیث صحیح اور صریح نہیں ہے علی سبیل التزل اگر ہم لوگ صحیح بھی تسلیم کریں تب بھی وہ اخبار آحاد ہیں اور اصول فقہ میں یہ اصول مسلم ہے کہ خبر واحد کے ذریعہ قرآن پاک پر زیادتی نہیں کر سکتے، ہاں اخبار متواترہ سے زیادتی ثابت ہو سکتی ہے اس لئے علماء کرام نے متواترہ احادیث سے (جو کہ خفین کے بارے میں وارد ہوئی ہیں) خفین پر مسح کو تسلیم کیا ہے لیکن عام موزوں پر مسح کرنا جن احادیث سے ثابت ہے اگر ان کو صحیح مانا جائے اور ان میں موجود مختلف احتمالات سے قطع نظر کیا جائے تب بھی وہ اخبار آحاد ہیں اور اخبار آحاد سے قرآن پر زیادتی ثابت نہیں ہو سکتی ہے اس لئے ان پر مسح بھی جائز نہیں ہے۔

صاحب نور الانوار تحریر فرماتے ہیں: ”وذلك مثل الزيادة على النص كزيادة مسح الخفين على غسل الرجلين الثابت بالكتاب فان الكتاب يقتضي ان يكون الغسل هو الوظيفة للرجلين سواء كانا متخففا أولا والحديث المنهور نسخ هذا الاطلاق وقال انما الغسل اذا لم يكن لا بس الخفين فالان صار الغسل بعض الوظيفة فانها نسخ عندنا وعند النافعي تخصيص وبيان فلا يجوز عندنا الا“

بالخبر المتواتر او المنبهون كسائر النسخ“ (المنازع نور الانوار صفحہ ۲۱۲)

مزید ایک دلیل

جو حکم جس قسم کی دلیل سے ثابت ہے اس حکم میں تبدیلی بھی اسی جیسی دلیل سے ہوگی، اس سے کم وزن والی دلیل سے اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے اصول فقہ کا قاعدہ ہے ”ما ثبت بنص لا یرفع الا بنص“ (ہدایہ) مثلاً کوئی حکم قطعی الثبوت و قطعی الدلالت دلیل سے ثابت ہے تو اس حکم میں تبدیلی کیلئے بھی قطعی الثبوت و قطعی الدلالت دلیل کی ضرورت ہے۔ اور پاؤں کے دھونے کا حکم قرآن سے ثابت ہے جو قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الدلالت بھی ہے اور اس حکم میں تبدیلی یعنی خفین پر مسح بھی متواتر احادیث سے ثابت ہے، جو کہ قطعی الدلالت اور قطعی الثبوت بھی ہیں اسلئے ان پر مسح جائز ہے لیکن عام موزوں پر مسح کرنے کی احادیث اولاً تو ضعیف ہیں لیکن اگر ان کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تب بھی وہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت نہیں ہے اس لئے خفین کے علاوہ عام موزوں پر مسح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

ایک اور انداز سے

”ولو وقع التعارض فالترجیح للمحرم“ (الانساب والنظائر) ”اذا تعارض دليلان احدهما يقتضى التحريم والاخر الاباحة قدم التحريم“ (الانساب والنظائر صفحہ ۳۷۶ تحت القاعدة الثانية اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام“

یعنی جب دو دلیلوں سے دو متعارض حکم ثابت ہوں ایک دلیل سے کسی چیز کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور ایک دلیل سے کسی چیز کی اجازت تو جس دلیل سے حرمت ثابت ہوتی ہے اس کو ترجیح دی جائے گی، وضاحت اس کی یہ ہے کہ متواتر احادیث سے صرف خفین یا ان موزوں پر مسح کی اجازت ثابت ہوتی ہے جن میں خفین کی شرطیں ہوں عام قسم کے موزوں پر مسح ثابت نہیں ہوتا اور دوسری ضعیف روایتوں سے (اگر ان کو صحیح مانا جائے) بالفرض اگر عام موزوں پر مسح کرنے کی اجازت مانی جائے تب بھی دو قسم کی احادیث سے دو متعارض حکم ثابت ہوتے ہیں ایک سے عام موزوں پر مسح کی حرمت

اور ایک سے عام موزوں پر مسح کا جواز تو اس مذکورہ فقہی قاعدہ کے مطابق ان احادیث کو ہی ترجیح دی جائے گی، جو عام موزوں پر مسح کو جائز نہیں قرار دیتی ہیں۔

ایک سمجھ میں آنے والی بات

”الباب باب العبادة والاخذ بالاحتياط فيها اولی“ (عبادات میں احتیاط کا لحاظ ہونا چاہیے) (مجموعہ رسائل ابن نجیم صفحہ ۴۴)

جمہور علماء کے نزدیک صرف خفین یا ان جیسے شرائط کے حامل موزوں پر مسح کی اجازت ہے اور ان کے پاس دلائل قوی اور مضبوط موجود ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ عام موزوں پر مسح کرنے سے نہ وضو ہوتا ہے اور نہ نماز ہوتی ہے۔ جب کہ دوسری طرف کچھ لوگ عام موزوں پر مسح کی اجازت دیتے ہیں اور دلائل ان کے بالکل کمزور ہیں، اب جمہور کی بات ماننے میں نماز اور وضو کے صحیح ہونے کا یقین ہے لیکن دوسرے حضرات کی بات ماننے میں احتمال ہے کہ نماز صحیح ہو اور اس کا بھی زیادہ احتمال ہے کہ نماز نہ ہوگی، جیسا کہ جمہور علماء فرماتے ہیں۔ اس لئے ایمان کا تقاضہ ہے کہ ایسی صورت اختیار کی جائے جس میں نماز جیسی اہم عبادت کے صحیح ہونے کا یقین ہو اور اس چیز سے پرہیز کیا جائے جس میں احتمال اور شک ہو، اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ”دع ما یسریبک الی مالا یریبک“ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴۲) ”اس چیز کو چھوڑ جو تجھ کو شک میں ڈالے اور اس چیز کو اختیار کر جو تجھ کو شک میں نہ ڈالے“

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اونی، سوتی، نایلان کی وہ جرابیں جن میں خفین کی شرطیں نہ ہوں ان پر مسح کرنا بالکل جائز نہیں ہے، (چاہے کتنے زیادہ پہن لئے جائیں) کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ سے جرابوں پر مسح کرنا ثابت نہیں ہے۔ ”ثم ان عمل قوم من المستهلین بالمسح علی الجورب الرقیقة لیس اصل له یعتمد علیہ“ (معارف السنن ۱/۳۵۱) سہولت پسند لوگوں کے باریک موزوں پر مسح کرنے کے عمل کی کوئی بھروسہ والی بنیاد موجود نہیں ہے۔

تو جو لوگ اس کے باوجود جہالت اور ہٹ دھرمی سے ان پر مسح کرتے ہیں ان کا وضو ہی درست نہیں ہوتا اور اس کا نتیجہ واضح ہے کہ نماز ہی نہ ہوگی اور اس آیت کے مصداق بنتے ہیں۔

”قل هل ينسبكم بالاخسرين اعمالا الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا“ (کہف: ۱۰۴) آپ ان سے کہئے کیا ہم تم کو بتائیں کہ اپنے اعمال کے اعتبار سے زیادہ گھائے میں کون لوگ ہیں؟ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں اکارت ہوئی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔

یہ لوگ عام موزوں پر مسح کر کے پیروں کو بالکل نہیں دھوتے حالانکہ حضور اکرم ﷺ نے ”وَيَسْلُ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ“ (ایڑیوں کیلئے آگ کی ہلاکت ہو) کی وعید ان لوگوں کو سنائی جن کی محض ایڑیاں وضو میں خشک رہ گئی تھیں جیسا کہ حدیث شریف پہلے بھی گذر گئی، پھر ان لوگوں کا کیا حال ہے جو معمولی جرابوں پر مسح کرتے ہیں اور انکے پورے پاؤں خشک رہتے ہیں اور یہ بتا ہی اور بربادی اس وقت زیادہ ہی افسوس ناک ہے جب امام صاحبان جو بروئے حدیث ”ضامن“ ہیں سوتی موزوں پر مسح کر کے نماز بغیر وضو کے پڑھائیں، تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جس قوم میں اجتماعی طور پر بغیر وضو کے نماز ہو رہی ہو اس قوم پر ماتم کہاں تک کیا جاسکتا ہے، اور اس پر ہٹ دھرمی اور سینہ زوری کفر تک بھی پہنچا سکتی ہے کیونکہ اس میں نماز جیسی اہم عبادت کا استخفاف ہے اور نماز کی توہین بقول علمائے کرام موجب کفر ہے ”وفی کفر من صلی بغیر طہارة مع العمد خلف“ (در مختار جلد ۱/۱۴)

آخری گزارش

عام قارئین سے گزارش ہے کہ اس تحریر کو بغور پڑھیں اور سمجھ کر ان سہولت پسند لوگوں کو نرمی سے سمجھائیں تاکہ ان کی نماز ضائع نہ ہو، اور شرعی موزوں کے استعمال کی ترغیب دیں تاکہ شرعی رخصت کا فائدہ بھی حاصل ہو اور بے وضو نماز پڑھنے کے وبال سے نجات ملے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جرابوں پر مسح کی اجازت دی تھی لیکن.....
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جرابوں پر مسح کی اجازت دی تھی لیکن جماعت اسلامی کے ارباب علم

نے مولانا مرحوم کی تحقیق کے ساتھ اتفاق نہیں کیا ہے کیونکہ یہ رائے جمہور علماء کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ دلائل کے اعتبار سے بھی کمزور ہے۔ مولانا سید احمد عروج قادریؒ ”جو جماعت اسلامی کے ذمہ دار علماء میں ہیں“ نے احکام و مسائل جلد دوم میں مولانا کی تحقیق کا ایک منصفانہ جائزہ لیا ہے ہم نے افادہ عام کیلئے ان کی پوری عبارت کو کسی کمی و زیادتی کے بغیر درج کیا ہے امید ہے کہ ایک منصف مزاج کیلئے یہ عبارت کافی ہو اور عام موزوں پر مسح کر کے اپنی نماز کو برباد ہونے سے بچائے (موزوں پر مسح ماخوذ از احکام و مسائل ۲/۲۴۹ سے ۲۶۵ تک، از مولانا سید احمد عروج قادری صاحب)

مکتوب

مولانا مودودیؒ صاحب رسائل و مسائل حصہ دوم میں ”جرابوں پر مسح“ کے مسئلے میں تحقیق فرماتے ہیں کہ ”میں نے اپنی امکانی حد تک یہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے کہ موزوں اور جرابوں پر مسح کے بارے میں فقہاء کی عائد کردہ شرائط کا ماخذ کیا ہے مگر سنت میں ایسی کوئی چیز نہ مل سکی، سنت سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا ہے بلکہ حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صرف جوتوں پر مسح فرمایا ہے، اس بنا پر ہر طرح کے جوتوں اور موزوں پر مسح کیا جاسکتا ہے خواہ وہ اونی جراب ہو یا سوتی، چڑے کا جوتا ہو یا کرچ کا یا کوئی کپڑا ہی ہو جو پاؤں پر لپیٹ کر باندھ دیا گیا ہو“۔ مولانا محترم کی رائے حدیث رسول پر قائم ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اس پر عمل نہ کیا جائے، چنانچہ میں اسی بناء پر سوتی، اونی اور نائیلون وغیرہ کے موزوں پر حسب ضرورت مسح کر لیا کرتا ہوں، لیکن بہت سے لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ پتلے موزوں اور ہر طرح کے جوتوں پر مسح کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے مجھے شک پیدا ہو گیا ہے رفع شک کیلئے آپ کو خط لکھ رہا ہوں، آپ ”زندگی“ میں اظہار خیال کریں تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی اگر شک ہو تو وہ دور ہو جائے۔

جواب

ہر شخص اپنی تحقیق کے مطابق جواب دیتا ہے، راقم الحروف کے نزدیک پتلے موزوں پر خواہ وہ سوتی ہوں یا اونی مسح کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح میرے نزدیک ان جوتوں پر بھی مسح صحیح نہیں ہے جن کو

پہننے کے بعد ٹخنے اور ظاہر قدم کے حصے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، البتہ ایسے فوجی یا شکاری جوتوں پر مسح جائز ہے جو ٹخنوں سے اوپر پنڈلی کے ایک حصے کو بھی ڈھانک لیتے ہیں۔

رسائل و مسائل حصہ دوم میں جو دلائل دیے گئے ہیں ان سے میری تشفی نہیں ہوئی اور جو نقطہ نظر اختیار کیا گیا ہے اس سے مجھے اتفاق نہیں ہے، اس میں جو دلائل دیے گئے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) جرابوں اور جوتوں پر مسح کے جواز کیلئے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی وہ حدیث پیش کی گئی ہے جس میں ذکر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے وضو کیا اور مسح علی الجوبین والعلین (اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا) کا حوالہ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث نسائی کے سوا کتب سنن میں اور مسند احمد میں موجود ہے۔

(۲) ابوداؤد کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، براء بن عازبؓ، انس بن مالکؓ ابوامامہؓ، ہبل بن سعدؓ اور عمرو بن حریثؓ نے جرابوں پر مسح کیا ہے، نیز حضرت عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ فعل مروی ہے۔

(۳) صرف جوتوں پر مسح کیلئے لکھا گیا ہے کہ بیہقی نے ابن عباسؓ اور انس بن مالکؓ سے اور طحاوی نے اوس بن ابی اوس سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف جوتوں پر مسح فرمایا ہے کہ اس میں جرابوں کا ذکر نہیں ہے اور یہی عمل حضرت علیؓ سے بھی منقول ہے۔

(۴) لکھا گیا ہے کہ ان روایات میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقہاء کی تجویز کردہ شرائط میں سے کوئی شرط بیان فرمائی ہو اور نہ ہی یہ ذکر کسی جگہ ملتا ہے کہ جن جرابوں پر حضور اکرم ﷺ نے اور مذکورہ بالا صحابہؓ نے مسح فرمایا ہے وہ کس قسم کی تھیں؟ اس لئے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ فقہاء کی عائد کردہ ان شرائط کا کوئی ماخذ نہیں ہے۔

راقم الحروف نے اس مسئلے پر جس انداز سے غور کیا ہے وہ یہ ہے: (الف) وضو میں دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا نص قرآنی سے ثابت ہے اور خفین پر مسح کی رخصت قرآن کریم میں موجود نہیں ہے، تیمم کی رخصت اور خفین پر مسح کی رخصت میں یہ ایک بڑا فرق موجود ہے۔

(ب) وضو میں دونوں قدموں کو ٹخنوں تک دھونا صحیح ترین قولی و فعلی احادیث سے بھی ثابت ہے۔

(ج) صحیح ترین احادیث میں پاؤں دھونے میں بے احتیاطی پر سخت وعید آئی ہے، صحابہ گو تنبیہ کرنے کیلئے ایک بار آپ نے بآواز بلند فرمایا: ”ویل للعقاب من النار“ (جو لوگ وضو میں ایڑیاں خشک رکھیں گے انہیں آگ کی سزا ملے گی) بخاری و مسلم اور حدیث کی تمام کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے۔ قرآن کی نص اور اعلیٰ درجے کی صحیح احادیث کے خلاف پاؤں دھونے کے بجائے خفین پر یا کسی دوسری چیز پر مسح کرنے کا عمل اسی وقت درست ہوگا جب اس کی رخصت اعلیٰ درجے کی صحیح حدیث سے ثابت ہو، ضعیف یا مختلف فیہ احادیث سے نہ رخصت ثابت ہوگی اور نہ ثابت شدہ عمل سے عدول کرنا درست ہوگا، یقیناً کو چھوڑ کر احتمالات پر عمل صحیح نہیں ہے، اس مسئلہ اصول کو پیش نظر رکھ کر مسئلے کی تحقیق سے جو باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) صحیح ترین احادیث سے وضو میں صرف خفین (چمڑے کے موزے یا ہلکے جوتے جن میں الگ سے ایڑی لگی ہوئی نہیں ہوتی) پر مسح کی رخصت ثابت ہے، خفین کے علاوہ جرابوں یا عام طور پر مستعمل ہونے والے پتے موزوں پر مسح کی رخصت کسی ایک متفق علیہ حدیث سے بھی ثابت نہیں ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی جس حدیث کا رسائل و مسائل حصہ دوم میں حوالہ دیا گیا ہے اس کو بہت سے ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے، زمانہ حال کے محدثین میں بھی مثال کے طور پر مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے اس کی صحت تسلیم نہیں کی ہے بلکہ اس کو قطعی طور پر وہم قرار دیا ہے،

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے جو صحیح اور متفق علیہ حدیث مروی ہے وہ صرف خفین پر مسح کی حدیث ہے میں اس کا ایک ٹکڑا یہاں نقل کرتا ہوں: ”ثم اهویت لا نزع خفيه فقال دعهما فاني ادخلتهما طاهرتين فمسح عليهما للنبیخین وزاد احمد بعد طاهرتين ثم لم امنی حافیا بعد“ (جمع الفوائد للإمام محمد بن محمد بن سلیمان)

اور میں جھکا کہ آپ ﷺ کے قدموں سے دونوں خف نکالوں تو آپ نے فرمایا ان دونوں کو چھوڑ دو، اس لئے کہ میں نے ان کو اس حال میں پہنا تھا کہ دونوں قدم طاہر تھے، پھر آپ نے دونوں خف پر مسح فرمایا، یہاں تک بخاری و مسلم میں ہے، امام احمد کی روایت میں لفظ طاهرتین کے بعد اتنا

اضافہ اور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خفین پہننے کے بعد میں ننگے پاؤں نہیں چلا۔

اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئیں، (۱) یہ کہ اس واقعہ کے وقت حضور اکرم ﷺ صرف خفین پہنے ہوئے تھے، قدم مبارک میں نعلین نہ تھے، دوسری یہ کہ خفین کو طہارت کی حالت میں پہننا چاہیے، تیسری یہ کہ دونوں خف ایسے تھے جن میں جوتوں کے بغیر چلا جاسکتا تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ خفین پہن کر انہیں میں چلتا پھرتا رہا ہوں، انہیں نکال کر ننگے پاؤں نہیں چلا ہوں، اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کس طرح کے خفین پر مسح کرنا صحیح ہے۔ نبی کریم ﷺ خفین کو نعلین کی جگہ بھی استعمال فرماتے ہیں۔

(۲) جورب کی تعیین میں بھی ائمہ حدیث و لغت کے درمیان اختلافات ہیں اور متعدد محدثین اور اہل لغت نے لکھا ہے کہ جورب، خف ہی کی ایک قسم ہے۔

”قال الطیسی: الجورب لفافة الرجل، وهو خف معروف من نحو الساق، قال ابنو کانی فی بصرح المنتقی: الخف نعل من ادم یغطى الکعبین، والجورموق اکبر منه یلبس فوقه، والجورب اکبر منه، وقال النبیخ الدهلوی فی اللمعات: الجورب خف یلبس علی الخف الی الکعب للبرد ولصيانة الخف الاسفل من الدرن والغسالة“

(طیبی نے کہا: جورب پاؤں کا لفافہ ہے اور وہ مشہور خف ہے جو تقریباً پنڈلی تک ہوتا ہے، شوکانی نے المنتقی کی شرح میں کہا ہے کہ خف چمڑے کا جوتا ہے جو دونوں ٹخنوں کو ڈھانک لیتا ہے اور شیخ دہلوی نے لمعات میں کہا ہے کہ جورب ایک خف ہے جو خف کے اوپر پہنا جاتا ہے ٹخنے تک، ٹھنڈک سے بچنے کیلئے اور نچلے خف کو میل کچیل اور مستعمل پانی سے بچانے کیلئے)

اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”جورب“ ہی کو جرموق اور موق بھی کہتے ہیں اور جوہری و مطرزی نے لکھا ہے کہ موق چھوٹا خف ہوتا ہے جو خف کے اوپر پہنا جاتا ہے اور خرقی نے لکھا ہے کہ جرموق کشادہ خف ہوتا ہے جو خف کے اوپر پہنا جاتا ہے۔“ تمام ائمہ حدیث

و لغت متفق ہیں کہ جورب بھی چمڑے کا ہوتا ہے، محدث دہلوی نے اہل لغت کی جو تصریحات نقل کی ہیں ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جورب تنہا نہیں پہنا جاتا ہے بلکہ خف کے اوپر پہنا جاتا ہے لغت، حدیث اور فقہ کے ان علماء نے جورب کی جو تعریف کی ہے اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو پھر اختلاف باقی نہیں رہتا اور اگر تسلیم نہ کیا جائے تو اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ جورب چمڑے کا بھی ہوتا ہے، اس لئے قوی احتمال موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے چمڑے ہی کے جراب پر مسح کیا تھا، اگرچہ یہ احتمال بھی موجود ہے کہ وہ اوننی یا سوتی ہو۔ ان دو احتمالات کی موجودگی میں ارشاد نبوی ”دع مایر یبک الی مالایر یبک“ (شک کو چھوڑو، یقین کو اختیار کرو) کی بنا پر متیقن چیز کو اختیار کر لینا چاہیے، اور مشکوک کو چھوڑ دینا چاہئے۔

(۳) جن ائمہ حدیث و فقہ نے یہ تسلیم نہیں کیا ہے کہ جورب صرف چمڑے ہی کا ہوتا ہے انہوں نے جراب پر مسح کے جواز کیلئے یہ قید بڑھائی ہے کہ وہ اتنے خفین و صفیق یعنی گاڑھے اور موٹے اوننی یا سوتی کپڑے کا ہو جو باندھے بغیر پاؤں میں رک سکے اور اس میں آسانی سے چلا پھرا جاسکے جس طرح خف میں چلا پھرا جاتا ہے۔ اس قید و شرط (کی تحقیق کیلئے تنقیح المناط کا عنوان دوبارہ دیکھیں۔ مظفر) کا ماخذ یہ اصول ہے کہ حتی الوسع حدیثوں کے درمیان اختلاف و احتمال کو دور کیا جائے اور ان کے درمیان تطبیق پیدا کی جائے ان ائمہ کو یہ معلوم تھا کہ صرف خفین ہی پر مسح کا جواز متفقہ اور ثابت شدہ ہے اور جوربین والی حدیث کی صحت متفقہ اور ثابت شدہ نہیں ہے بلکہ مختلف فیہ ہے۔ جورب کی تعیین و تعریف میں بھی اختلاف ہے۔ اس لئے اگر جورب میں کوئی ایسی قید لگا دی جائے جو اس کو خف کا قائم مقام بنادے تو اس طرح خفین اور جوربین کی حدیثوں میں تطبیق پیدا ہو جائے گی اور اختلاف و احتمال دور ہو جائے گا۔ اس طرح کی قید و شرط کا اضافہ اس مسئلے کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ اصول شریعت کے خلاف ہے، اگر وہ یہ قید نہ لگاتے تو جوربین والی حدیث پر عمل مشکوک و محتمل ہی رہتا۔

(۴) ان کا ماخذ صحابہ کرامؓ کے وہ بعض آثار بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایسے جرابوں پر مسح کیا ہے جو یا تو بالوں سے بنے ہوئے تھے یا ان کے تلوے چمڑے کے تھے۔ محدث عبد

الرزاق نے اپنے مصنف میں خالد بن سعید سے روایت کی ہے کہ ”حضرت ابو مسعود انصاریؓ ایسے جرابوں پر مسح کرتے تھے جو بالوں سے بنے ہوئے تھے۔“ (عون المعبود جلد ۱/ ۱۸۸)

32

امام بیہقی نے راشد بن نجیح سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت انسؓ کو ایسے جرابوں پر مسح کرتے دیکھا جن کے نچلے حصے چمڑے کے تھے۔“

ان آثار کے پیش نظر بھی اختلاف دور کرنے کیلئے محدثین و فقہاء نے جرابوں پر مسح کیلئے جو شرط لگائی ہے اس کو بے اصل کیوں سمجھا جائے؟ امام احمد بن حنبل کے بارے میں ابن قدامہ کا بیان ہے اور دوسرے حنبلی اماموں کا بیان بھی ہے کہ وہ حضرت مغیرہ والی جو بنین کی حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کرتے تھے، لیکن جو بنین میں شرط وقید لگا کر انہوں نے مسح کی اجازت آثار صحابہؓ کی بنیاد پر دی تھی۔

(۵) صرف نعلین (جوتوں) پر مسح والی حدیث کا مطلب کیا ہے؟ یہ بات معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں جو نعلین (جوتے) استعمال کیے جاتے تھے، وہ ٹخنوں کے نیچے ہوتے تھے اور قدموں کے اوپر کے حصے کھلے ہوئے ہوتے تھے، انہیں آج کل کے چپل جیسا سمجھنا چاہیے، اب اگر صرف جوتوں پر مسح والی حدیث کو بغیر کسی بحث و تحیض کے مطلقاً اختیار کر لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس حدیث نے غسل رجليں کے فرض کو منسوخ کر دیا۔ اب پاؤں دھونے کی کوئی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ چپل پہنے ہوئے وضو کیجئے اور جب پاؤں دھونے کی باری آئے تو چپل پر ہاتھ پھیر لیجئے پھر اسے اتار کر مسجد میں داخل ہو جائے اور اطمینان سے نماز ادا کیجئے۔ ظاہر ہے کہ یہ اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک نہیں ہے اور نہ اس حدیث کو یہ مقام حاصل ہے کہ وہ پاؤں دھونے کے فرض کو منسوخ کر سکے۔ اب میں صرف جوتوں پر مسح کرنے کی ان حدیثوں پر چند باتیں عرض کروں گا جن کا حوالہ رسائل و مسائل حصہ دوم میں دیا گیا ہے۔

پہلی بات یہ کہ امام بیہقی اور امام طحاوی نے وہ حدیثیں روایت ضرور کی ہیں لیکن دونوں اماموں نے مفصل بحث کر کے انہیں ناقابل استدلال و ناقابل عمل قرار دیا ہے۔ اور امام بیہقی نے امام بخاری کی حدیث پیش کر کے اس روایت کے صحیح معنی و مطلب کی تعیین بھی کی ہے..... صرف جوتوں پر مسح

کرنے کی روایت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ چپل پہنے ہوئے بھی پاؤں دھوئے جاسکتے ہیں۔ اس کام کیلئے چپلوں کو پاؤں سے نکالنا ضروری نہیں ہے۔ ایک بار حضرت ابن عباسؓ نے نعلین پہنے ہوئے کچھ لوگوں کو وضو کر کے دکھایا۔ بخاری کے شارح نے اس واقع کی جو روایت نقل کی ہے اس میں پاؤں کے بارے میں یہ الفاظ ہیں: ”ثم اخذ غرفة من ماء فربض علی رجله الیمنی حتی غسلها، ثم اخذ غرفة اخرى، فغسل بها رجله یعنی الیسری، ثم قال هكذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ“ (فتح الباری جلد ۱/ ۳۰۴)

(پھر انہوں نے پانی کا ایک چلولیا اور اس کو اپنے داہنے پاؤں پر چھڑکا یہاں تک کہ اس کو دھو دیا، پھر ایک دوسرا چلولیا اور اس سے اپنے بائیں پاؤں کو دھو دیا، پھر کہا میں نے رسول اللہؐ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے) اس صحیح روایت میں پاؤں دھونے کی تصریح ہے۔ یہی واقعہ کمزور سندوں سے مسح علی نعلیہ (اپنے جوتوں پر مسح کیا) کے الفاظ میں روایت کیا گیا ہے، اس کے علاوہ امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یمسح علی النعلین (دونوں پاؤں جوتوں کے اندر دھونے کا باب اور یہ کہ جوتوں پر مسح نہیں کیا جائے گا) اس باب میں انہوں نے عبید بن جریح کی ایک حدیث روایت کی ہے جس میں انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے چند سوالات کیے ہیں، ان کا ایک سوال یہ تھا کہ آپ سستی نعلین کیوں استعمال کرتے ہیں؟ (یعنی ایسے چمڑے کے چپل جس پر بال نہ ہوں) اس سوال کے جواب میں وہ فرماتے ہیں۔

”واما النعال السبئیۃ فانی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس النعل النبی لیس فیہا بنعور ویتوضأ فیہا فأنا احب ان البسہا“ (فتح الباری جلد ۱/ ۳۳۸)

(رہے سستی جوتے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے جوتے پہنتے دیکھا ہے جس میں بال نہیں ہوتے تھے اور آپ اس میں وضو بھی کرتے تھے، اور میں انہیں پہننا پسند کرتا ہوں)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صرف نعلین (جوتوں) پر مسح کی حدیث کا تعلق مسح علی الخفین کے باب سے ہے ہی نہیں، اس حدیث سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ جوتے پہنے ہوئے

اگر کوئی شخص ہلکے طور پر اپنے پاؤں دھو لے تو غسلِ رجبین یعنی پاؤں دھونیکا فرض ادا ہو جائے گا۔ دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ مسح کے لفظ سے دھو کا نہ کھانا چاہیے اس لئے کہ یہ لفظ لغت اور احادیث دونوں میں غسلِ خفیف (ہلکے طور پر دھونا) کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے، امام طحاوی نے حضرت علیؓ سے وضو کی ایک حدیث روایت کی ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے ”ثم اتى بماء، فمسح بوجهه ويديه“ (معانی الآثار جلد ۱/۳۰) (پھر پانی لایا گیا تو انہوں نے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں پر مسح کیا) ظاہر ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کیلئے مسح کا جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ اس معنی میں نہیں ہو سکتا جس معنی میں خفین کیلئے استعمال ہوتا ہے بلکہ غسلِ خفیف یا چہرے اور ہاتھوں کو پانی سے ترک لینے کے معنی میں استعمال ہوا ہے..... علامہ ابن حجر نعلین پر مسح والی حدیث کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وَلَا نَ الْمَسْحَ يَطْلُقُ عَلَى الْغَسْلِ الْخَفِيفِ، يَقَالُ مَسَحَ عَلَى أَطْرَافِهِ لَمَنْ تَوَضَّأَ، ذَكَرَهُ أَبُو زَيْدٍ اللَّغَوِيُّ وَابْنُ قَتِيْبَةَ وَغَيْرُهُمَا“ (فتح الباری جلد ۱/۳۳۹) (اور اس لئے کہ مسح کا لفظ غسلِ خفیف پر بھی بولا جاتا ہے جس نے وضو کیا ہو اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے اعضاء پر مسح کیا اس لغت کو ابو زید لغوی، ابن قتیبہ اور دوسروں نے بیان کیا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہوا کہ صرف جو توں پر مسح کی حدیث کو موزوں پر مسح کے مسئلے میں بطور دلیل پیش کرنا صحیح نہیں ہے راقم الحروف کا خیال ہے کہ اگر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مدظلہ کو اس مسئلے پر نظر ثانی کا موقع مل گیا تو ان کی رائے اتنی مطلق باقی نہیں رہے گی جتنی رسائل و مسائل حصہ دوم میں ہے۔

مزید تشریح

سوال: آپ نے ”زندگی“ جنوری ۶۷ء میں ”موزوں پر مسح“ کے عنوان سے رسائل و مسائل میں ثابت کیا تھا کہ پتلے اور باریک موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، آپ نے مولانا مودودیؒ کا جواب بھی دیا تھا اور لکھا تھا کہ اگر مولانا نے اس مسئلے پر نظر ثانی کی تو ان کی رائے مطلق نہیں رہے گی جتنی اب ہے۔ (فروری ۱۹۶۸ء کے ترجمان القرآن میں زندگی کے حوالے سے اس مسئلے پر پھر بحث کی

گئی ہے، جواب مولانا نے نہیں بلکہ جناب ملک غلام علی صاحب نے لکھا ہے، امید ہے کہ ترجمان القرآن آپ کی نظر سے گزرا ہوگا اور اس کی بحث سے مطمئن ہو گئے ہوں گے، جس چیز میں سہولت ہے کیا اس کو اختیار کرنا بہتر نہ ہوگا؟ میری طرح دوسرے قارئین زندگی بھی منتظر ہوں گے کہ اب آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب: محض اتفاق سے فروری ۶۸ء کا ترجمان القرآن دفتر زندگی میں پہنچ گیا ورنہ کئی سال سے ہندوستان کا ڈاک خانہ یا پاکستان کا ڈاک خانہ ہم تک اسے پہنچنے نہیں دیتا، میں خود نزلے اور تنفس کا مریض ہوں، اگر باریک موزوں پر مسح کرنا صحیح ثابت ہو جائے تو شخصی طور پر مجھے بھی سہولت حاصل ہو، لیکن میرے نزدیک ابھی تک یہ صحیح ثابت نہیں ہو سکا ہے، آپ ہوں یا کوئی بھی دوسرا شخص ہو اس کو اس رائے پر عمل کرنا چاہیے جس کے دلائل سے وہ مطمئن ہو گیا ہو، یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر مجھ حقیر کو اطمینان نہ ہو تو کسی کو اطمینان نہ ہو، وضو میں پاؤں دھونے کا حکم چونکہ قرآن کریم کا ایک منصوص حکم ہے اس لئے آخری طور پر ایک بار پھر میں اپنا نقطہ نظر واضح کر رہا ہوں، کسی بحث کا دروازہ کھولنا ہرگز مقصود نہیں ہے۔ ویسے علمی بحثیں اگر اپنی حدود کے اندر ہوں تو مضرت نہیں ہوتیں، مولانا مودودی مدظلہ چونکہ بہت اہم کاموں میں مشغول ہیں، اس لئے میرا خیال ہے کہ خود ان کو اس مسئلے پر نظر ثانی کا موقع نہیں ملا۔ محترم ملک غلام علی صاحب نے تو میری بحث کی اصل بنیاد کا اپنے جواب میں ذکر تک نہیں کیا، میرا خیال ہے کہ جن لوگوں نے میرے پیش کردہ مباحث کو سمجھ کر پڑھا ہوگا وہ بھی محترم ملک صاحب کے جواب سے مطمئن نہ ہونگے۔ جواب کا صحیح طریقہ یہ تھا کہ یا تو یہ لکھ دیا جاتا کہ مولانا مودودی کے دیے ہوئے دلائل پر زندگی میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے پڑھنے کے بعد بھی مولانا کی رائے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے، یا پھر زندگی میں جو بحث کی گئی ہے اسکی اصل بنیاد پر اظہار خیال کیا جاتا اور مولانا مدظلہ کے دلائل پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا جواب دیا جاتا لیکن ملک صاحب نے نہ تو پہلا طریقہ اختیار کیا اور نہ دوسرا۔

میری بحث کی اصل بنیاد یہ ہے کہ وضو میں دونوں پاؤں دھونا قرآن کا ایک منصوص حکم ہے اور صحیح

ترین قولی و فعلی احادیث سے بھی ثابت ہے اور اس قدر مؤکد ہے کہ غفلت کی بنا پر اپنی ایڑی خشک چھوڑ دینے والے کیلئے آگ کی وعید سنائی گئی ہے۔ ایک ایسے منصوص اور مؤکد حکم کے خلاف وضو میں پاؤں پر مسح کرنا صرف اسی وقت صحیح ہوگا جب ایسا کرنا صحیح ترین قولی و فعلی احادیث سے ثابت ہو۔ ضعیف یا مختلف فیہ احادیث سے ثبوت پیش کرنا صحیح نہیں ہے، یقین کو چھوڑ کر احتمال پر عمل کرنا غلط ہے، ہم خفین پر مسح کو صحیح اسی لئے کہتے ہیں کہ ان پر مسح کرنا ایسی احادیث سے ثابت ہے کہ جو مشہور بلکہ ہم منزلہ متواتر ہیں۔ اگر خفین پر مسح کرنے کی حدیث بھی ویسی ہی ہوتی جیسی جو ربین والی ہے تو ہم خفین پر مسح کرنے کو بھی جائز قرار نہ دیتے۔ یہ ہے میری بحث کی بنیاد اور اسی پر میرے مباحث کی پوری عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ لیکن محترم ملک غلام علی صاحب نے اپنے جواب میں اس کا ذکر تک نہیں کیا اگر میرا یہ نقطہ نظر صحیح نہیں ہے تو انہیں اس کے صحیح نہ ہونے کو دلائل سے ثابت کرنا چاہیے تھا اور اگر میرا یہ نقطہ نظر صحیح ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک مسلمہ دینی اصول ہے تو پھر اسی کی روشنی میں ان کو جواب لکھنا چاہیے تھا۔ انہوں نے اپنے جواب کا آدھا حصہ صرف یہ بتانے پر صرف کر دیا کہ بغیر کسی شرط کے جرابوں میں مسح کے قول میں مولانا مودودی منفرد نہیں ہیں بلکہ ان سے پہلے ابن حزم، ابن تیمیہ اور ابن قیم بھی یہ قول اختیار کر چکے ہیں۔ (اس موقع پر ابن تیمیہ کا نام پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے) ترجمان القرآن میں جن صاحب کا سوال شائع ہوا ہے وہ اگر مزید نام دیکھ کر مطمئن ہو جائیں تو ٹھیک ہے، لیکن ان ناموں کا اضافہ میری بحث کا جواب نہیں ہے میں نے اپنی بحث میں دلائل کے ساتھ نعلین (جو توں) پر مسح کرنے کی صحیح مراد بھی واضح کی تھی۔ میری غرض یہ تھی کہ جس طرح نعلین پر مسح کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف چپلوں پر مسح کر لیا جائے اسی طرح جو ربین پر مسح کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص باریک ساموزہ چڑھا کر اس پر مسح کو جائز قرار دے لے لیکن جواب کو آخر کون شخص زندگی کے مباحث کا جواب قرار دے گا؟

اس مسئلے میں سب سے پہلی لغزش۔ اللہ انہیں معاف کرے علامہ ابن حزم (متوفی ۴۵۶ھ) سے ہوئی۔ ان سے پہلے ائمہ مجتہدین اور ائمہ حدیث اس پر متفق تھے کہ جرابوں پر علی الاطلاق مسح جائز

نہیں ہے، ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ فقہ و حدیث میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس نے جرابوں پر بغیر کسی شرط کے مسح جائز قرار دیا ہو۔ چار سو برس کے بعد علامہ ابن حزم غالباً پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس سے اختلاف کیا اور اس حد تک آگے بڑھے کہ اگر کوئی شخص ایسے سوتی یا کسی چیز کے بنے ہوئے دریدہ موزے پہنے ہوئے ہو کہ دونوں پاؤں آدھے سے زیادہ باہر نکلے ہوئے ہوں تو ان موزوں یا جرابوں پر بھی مسح جائز ہے۔ اس لغزش کا سبب، ان کی اس سے بڑی ایک دوسری لغزش ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک پاؤں دھونے کا حکم قرآن سے ثابت نہیں ہے۔ قرآن کریم نے سر کی طرح پاؤں پر بھی مسح کر نیکا حکم دیا تو رسول نے اس کے خلاف پاؤں دھونیکا حکم کس طرح دیا؟ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ غسل رجليں (پاؤں دھونا) کی حدیث میں جو حکم ہے وہ قرآن کریم کے حکم پر زائد اور اس کا ناخن ہے۔ گویا اللہ کے حکم کو اس کے رسول نے نہ صرف منسوخ کیا بلکہ اگر غفلت سے کوئی شخص اپنی ایڑی خشک چھوڑ دیا کرے تو اس کو دوزخ کی وعید بھی سنائی۔ نعوذ باللہ من هذا القول۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کے نزدیک پاؤں دھونے کا حکم قرآن میں نہیں ہے اس کیلئے بہت آسان ہے کہ ہر طرح کے موزوں پر مسح کو جائز قرار دے، بلکہ موزے آدھے سے زیادہ پھٹے ہوئے ہوں جب بھی ان پر مسح کو صحیح کہے۔ لیکن ہمارے لئے ایسا قول اختیار کرنا آسان نہیں ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وضو میں پاؤں دھونے ہی کا حکم دیا ہے اور یہی صحیح ترین قولی و فعلی احادیث سے بھی ثابت ہے اور اب اسی پر اہل السنۃ والجماعہ کا اجماع بھی ہے۔ اسی طرح ائمہ مجتہدین اس بات پر بھی متفق رہے ہیں کہ جرابوں پر بغیر کسی شرط کے مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ چار صدیوں تک جس مسئلے پر اتفاق رہا اس میں علامہ ابن حزم نے رخنہ ڈالا۔ اگر کوئی اس رخنہ اندازی ہی کو صحیح سمجھتا ہے تو اسے اختیار ہے کہ لعل اور آبرواں کی جرابیں بنوا کر پہنے اور ان پر مسح کرے۔

ترجمان القرآن فروی ۶۸ء میں جو سوال و جواب شائع ہوا ہے اس کے سلسلے میں چند اور باتیں بہت اختصار سے عرض کر رہا ہوں۔ سوال میں ہے کہ میں نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی دوسری حدیث میں جو ربین کے لفظ کو زائد کہا ہے۔ میری طرف یہ انتساب صحیح نہیں ہے۔ میں نے لکھا ہے

کہ جو ربین والی حدیث اکثر ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اس کی صحت مختلف فیہ ہے متفق علیہ نہیں ہے میرے نزدیک اس کے ضعف کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس میں جو ربین کا لفظ زائد ہے اس کے علاوہ میں نے لکھا ہے کہ جو حکم قرآن اور صحیح احادیث سے ثابت ہو اس کے خلاف رخصت نہ ضعیف حدیث سے ثابت ہوتی ہے اور نہ مختلف فیہ حدیث سے۔ اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی جو ربین والی حدیث کی صحت ائمہ حدیث کے درمیان مختلف فیہ ہے۔

محترم ملک صاحب کے جواب کے سلسلے میں پہلی گزارش یہ ہے کہ انہوں نے فتاویٰ ابن تیمیہ کے فتوے کی صحیح ترجمانی نہیں کی ہے۔ اور غالباً بھول چوک کی وجہ سے اس کے ایک انتہائی ضروری جملے کا مفہوم و معنی ان سے چھوٹ گیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے سوال کے جواب میں جو پہلی سطر لکھی ہے وہ یہ ہے: ”نعم، يجوز المسح على الجوربين اذا كان يميني فيهما، سواء كانت مجلدة اولم تكن، في اصح قولی العلماء“ (جلد ۲/۱۸۸)

ہاں جرابوں پر مسح جائز ہے جب کوئی شخص اس کو پہن کر چل پھر سکتا ہو، عام ازیں کہ ان پر چڑا لگا ہوا ہو یا نہ ہو۔ یہ جواز علماء کے دوقول میں صحیح تر قول کے لحاظ سے ہے۔

ملک صاحب کے جواب میں ”اذا كان يميني فيهما“ کا مفہوم و معنی بالکل غائب ہے وہ لکھتے ہیں: امام ابن تیمیہؒ کا فتاویٰ جلد دوم میں ان کا ایک فتویٰ موجود ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ صحیح تر قول کے مطابق جرابوں پر مسح جائز ہے خواہ ان پر چڑا ہو یا نہ ہو، خواہ وہ اونچی ہوں یا سوتی۔“ (ص ۵۲)

اس ترجمانی میں ”اذا كان يميني فيهما“ کی شرط غائب ہو گئی ہے عربی کا یہ جملہ، جملہ شرطیہ ہی تو ہے، پھر یہ کہنا کہ امام ابن تیمیہؒ جرابوں پر بغیر کسی شرط کے مسح کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، کس طرح صحیح ہوگا؟ ان کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جرابوں پر مسح کے جواز و عدم جواز میں علماء کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جرابوں پر اس وقت تک مسح جائز نہیں جب تک وہ مجلد نہ ہوں اور دوسرا قول یہ ہے کہ مجلد ہونا ضروری نہیں ہے، اگر جراب ایسے ہوں کہ ان کو پہن کر چلا پھر جاسکتا ہے تو ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ خنیں اور جو ربین کے مسئلے میں انہیں خنیں پہن کر چلے پھر

تے ہیں اور ان کو جوتوں کی جگہ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، اسی طرح اگر جرابیں بھی ایسی ہیں کہ ان کو جوتوں کے بغیر پہن کر ان میں چلا پھر جاسکتا ہو اور انہیں خنیں کی طرح استعمال کیا جاسکتا ہو تو ایسی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہوگا۔ اس کیلئے مجلد ہونے کی شرط لگانا صحیح نہیں ہے۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ علامہ نے جو ایک شرط لگائی ہے وہ فقہاء کی لگائی ہوئی بہت سی شرطوں کی جامع ہے۔ ملک صاحب لکھتے ہیں: ”اسی طرح جرابوں کا پتلا یا ڈھیلا ہونا یا بندش کا محتاج ہونا بھی ان کے نزدیک باعث مضائقہ نہیں“ اس عبارت میں پتلا کا لفظ ملک صاحب کا اپنا اضافہ ہے، ابن تیمیہؒ نے نہیں لکھا ہے، اور جو شخص ”اذا كان يميني فيهما“ کی شرط لگا رہا ہو تو وہ پتلے موزوں پر مسح کو کس طرح جائز قرار دے سکتا ہے ملک صاحب سے ان کے فتوے کی ترجمانی میں اور غلطیاں بھی ہوئی ہیں لیکن میں اس وقت انہیں واضح کرنا ضروری نہیں سمجھتا، میرے لئے اتنی وضاحت کافی ہے کہ جرابوں پر مسح کے مسئلے میں مولانا مودودی اور ابن تیمیہؒ کے مسلک کو ایک قرار دینا غلط ہے۔ کیونکہ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتوے میں جس کا حوالہ انہوں نے دیا ہے کم سے کم ایک شرط ضرور لگائی ہے۔

حافظ ابن قیم کی تہذیب سنن ابی داؤد ہمارے یہاں نہیں ہے اس لئے اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ ویسے خیال ہوتا ہے کہ انہوں نے شاید اپنے استاذ ہی کی تائید کی ہوگی اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابن تیمیہؒ نے بلا شرط جرابوں پر مسح کو جائز نہیں کہا ہے۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ جو ربین والی حدیث کی علت دفع کرنے کے لئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وضو و طہارت روزمرہ کا کثیر العمل فعل ہے اس لئے یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی دونوں حدیثیں دو مواقع کی ہوں وہ اپنی اس تاویل میں کئی باتیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔

(الف) جراب تو الگ رہی نبی کریم ﷺ کا خنیں پر مسح کرنا بھی کثیر الوقوع نہیں ہے، سفر میں حضور اکرم ﷺ کا خنیں پر مسح کرنا تو مشہور بمنزلہ متواتر حدیث سے ثابت ہے لیکن بحالت قیام مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کا خنیں پر مسح کرنا پوری طرح ثابت شدہ نہیں ہے، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جیسے شخص جن کا حضور اکرم ﷺ سے اپنے گھر جیسا تعلق تھا خنیں پر مسح کے جواز سے بے خبر رہے، انہوں نے

حضرت سعد بن وقاصؓ کو عراق میں خفین پر مسح کرتے دیکھا تو انکار کیا اور ان کو اس وقت تک اطمینان نہیں ہوا جب تک خود حضرت عمرؓ نے اس کی تصدیق نہ کر دی، اگر مدینہ منورہ میں بھی حضور اکرم ﷺ خفین پر مسح کے عادی ہوتے تو حضرت ابن عمرؓ اس سے بے خبر نہیں رہ سکتے تھے، اس سے آگے کی بات یہ ہے کہ ایک تابعی حضرت شریح بن ہائی، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے خفین پر مسح کے بارے میں پوچھنے گئے تو انہوں نے کہا کہ جا کر علی سے پوچھو اس لئے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ (مسلم شریف جلد ۱/ ۱۳۸) اگر حضرت میں بھی آپ خفین پر مسح کیا کرتے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ اس کے مسائل سے بے خبر نہ رہتیں۔ صرف ایک حدیث ایسی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایک بار مدینہ میں بھی خفین پر مسح کیا تھا، میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں اس کی غرض صرف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خفین پر مسح کرنا بھی کثیر الوقوع نہیں ہے۔

(ب) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نبی کریم ﷺ کے خادم خاص نہ تھے، اس لئے وضو و طہارت کے کثیر العمل فعل کے وقت ان کی حاضری کثیر نہ تھی۔ صحیح بات یہی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو خفین پر مسح کرتے ہوئے غزوہ تبوک میں دیکھا تھا اور وہی واقعہ بعض راویوں کے وہم سے بجائے خفین کے جو رہین بن گیا۔ (ج) مختلف مواقع کی بات کہہ کر اضطراب کو دور کرنا کوئی ایسا باریک نکتہ نہیں ہے جو اس حدیث کو معلل قرار دینے والوں کی سمجھ میں نہ آتا۔

تیسری گزارش یہ ہے کہ ملک صاحب نے چاندی اور سونے کے نصاب کا مسئلہ چھیڑ کر خلط بحث کیا ہے اور یہ خلط بحث بھی ان کیلئے مفید نہیں ہے، اس لئے کہ سونے کے نصاب والی حدیث کے مقابلہ میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے، جس کے خلاف عمل لازم آ رہا ہو۔ نیز یہ کہ اس حدیث کو جمہور ائمہ حدیث اور ائمہ مجتہدین نے قبول کر لیا ہے اور آج تک اسی کے مطابق عمل ہوتا چلا آ رہا ہے، یہ بات جو رہین والی حدیث کو حاصل نہیں ہے، اگر جرابوں والی حدیث کو بھی جمہور ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ قبول کر لیتے تو بے شک آپ کا یہ خلط بحث مفید ہوتا اور اوپر معلوم ہو چکا کہ ابن حزم سے پہلے کسی نے بھی علی الاطلاق اس کو قبول نہیں کیا ہے۔

چوتھی گزارش یہ ہے کہ دولابی نے الاسماء والکنی میں حضرت انس کے متعلق جو روایت بیان کی ہے اس کو ابن حزم نے نقل نہیں کیا ہے بلکہ المحلی کے محشی نے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ ملک صاحب نے حضرت انسؓ کے قول کی جو تشریح کی ہے وہ یہ ہے، البتہ ثخن یا صفيق ہونے کی بنا پر یہ خف کے مانند ہیں اور اس صفت سے متصف ہونے کے باعث ان پر مسح جائز ہے۔ (صفحہ ۵۶)

یہ لکھ کر تو ملک صاحب نے اپنے پورے جواب پر خود ہی خط نسخ کھینچ دیا۔ راقم الحروف یہی تو کہہ رہا ہے، کہ ثخن و صفيق ہونے میں جرابوں کا خفین کے مانند ہونا ضروری ہے، اور ایسے ثخن و صفيق جرابوں پر جو خف کے مانند ہوں، میرے نزدیک بھی مسح کرنا جائز ہے۔

(مئی ۱۹۶۸ء/ ۴۰ شمارہ ۵) (احکام و مسائل جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ تا ۲۶۵ از مولانا سید احمد عروج قادری)

(مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی سن اشاعت نومبر ۲۰۰۰ء)

جو رہین پر مسح جائز نہیں ہے، اہل حدیث حضرات غور کریں

فتاویٰ ثنائیہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ مشہور اہل حدیث عالم کے فتاویٰ کا اہم مجموعہ ہے جو مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی کے حواشی اور مولانا محمد داؤد راز کے ترتیب کے ساتھ مکتبہ ترجمان اردو بازار اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی سے شائع ہوا ہے، اس میں یہ فتویٰ اکابر علماء اہل حدیث مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی مولانا عبدالرؤف مبارک پوری، سید محمد نذیر حسین کی تصدیقات کے ساتھ درج ہے کہ جو رہین پر مسح جائز نہیں، اہل حدیث حضرات غور کریں:

سوال: اگر کسی شخص نے پائتا بوں کے پہننے کے آگے وضو کر لیا اور بعد وضو پائتا پہنا اس کے بعد اس کو پھر وضو کی ضرورت ہو تو کیا پائتا بوں پر وضو کر لینا ضروری ہے؟ اگر پائتا بوں پر سوراخ ہوں تو ایسے پائتا بوں پر مسح کافی ہوگا؟

جواب: پائتا بہ (جراب) پر مسح کرنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے (ترمذی) شیخ ابن تیمیہؒ نے فتاویٰ میں مفصل لکھا ہے، (۲۴/ اکتوبر ۱۹۳۰ء)

شریفہ: جرابوں پر مسح کرنے کا مسئلہ معرکہ الاراء ہے مولانا نے جو لکھا ہے یہ بعض ائمہ امام شافعیؒ وغیرہ

کا مسلک ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا بھی یہی مسلک ہے (حضرت امام شافعی اور حافظ ابن تیمیہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے مظفر) مگر یہ مسلک صحیح نہیں اس لئے کہ دلیل صحیح نہیں ہے، استدلال جامع ترمذی سے کیا جاتا ہے، جو یہ ہے: ”عن المغيرة بن نبعة قال توضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین والنعلین قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح واخرجه ایضا ابو داؤد وابن ماجہ واحمد وغيره وابن حسن وصححه الترمذی لکنه ضعفه المحدث الکبیر عبد الرحمن بن مهدی وابو داؤد وبنیخ البخاری علی بن المدینی وغيرهم وقالوا الروایة عن المغيرة المسح علی الخفین لا الجوربین وفي الباب عن ابی موسیٰ وغيره ولا یثبت بنیء منها کما فی المطولات“ اور نیز یہ کہ حدیث مذکورہ بلفظ مسح علی الجوربین والنعلین ہے اور واو بمعنی مع ہے یعنی جوربین کے ساتھ نعلین پر دونوں پر مسح کیا نہ کہ صرف جوربین پر، لہذا صرف جوربین پر مسح کا استدلال اس حدیث سے ثابت نہ ہوا، اور نہ صرف نعلین پر بھی مسح کرنا لازم ہوگا ”واللازم باطل والملزوم مثله“ نیز نیل الاوطار میں بحوالہ قاموس وغیرہ جورب کا معنی خف کبیر لکھا ہے اور خف چرمی ہوتا ہے اور اگر جورب سوتی اوئی بھی تسلیم کیا جائے کہ ہوتی تھی یا ہوتی ہے تو پھر اس چیز کا ثبوت ہونا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے جس جورب پر مسح کیا تھا وہ کس قسم کی تھی، ”ولم یثبت تعینہ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال“ ہاں چند صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مسح علی الجوربین ثابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا نہیں کہ اس میں اجتہاد کو دخل نہ ہوتا حکماً حدیث مرفوع ثابت ہو، اس میں اجتہاد کو بھی دخل ہے اور علت منصوصہ نہیں جس سے استدلال صحیح ثابت ہو پھر صحابہ سے علت بھی منقول نہیں کیا ہے اور نہ ہی روایت صاحب وحی سے نیز پھر یہ بھی ثابت نہیں کہ صحابہؓ نے صرف جوربین پر مسح کیا یا مع النعلین پر بلکہ بعض صحابہ سے جوربین کے ساتھ ہی نعلین پر ثابت ہے جیسے حضرت علیؓ اور براء بن عازب اور ابو مسعود انصاری کے جورب کی تعیین بھی ثابت نہیں کہ کس قسم کی تھیں چرمی یا غیر چرمی، پھر یہ مسئلہ نہ قرآن سے ثابت ہوا

نہ حدیث مرفوع صحیح سے نہ اجماع، نہ قیاس صحیح سے، نہ چند صحابہؓ کے فعل اور اس کے دلائل سے اور غسل رجبین نص قرآنی سے ثابت ہے لہذا خف چرمی (جس پر مسح رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے) کے سوا جورب پر مسح ثابت نہیں ہوا۔

هذا والله اعلم، ملاحظہ ہو نیل الاوطار ونصب الراية وغیرہ۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ماقولکم ادام اللہ تعالیٰ فیوضکم فی المسح علی الجوربة النبائعة فی الامصار المنسوجة من الغزل او الصوف غیر منعلة ولا ثخينة الى آخره.

الجواب: المسح علی الجوربة لیس بجائز لانه لم یقم علی جوازه دلیل صحیح وکل ما تمسک به المجوزون ففیه خدبنة ظاهرة الى آخره کتبه محمد عبد الرحمن المبار کفوری عفا اللہ عنه. (سید محمد نذیر حسین)

من بناء ان يطالع المسئلة مع التفصيلات مع ماله وما علیه فليظن الفتاوى النذيرية كتاب الطهارة ص ۹۳، ترکناه مع التأسف لعدم السعة فی کتابنا هذا فنرجو من الناظرین الصفح والعفو (جامع)

ترجمہ: جورب پر مسح جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے جواز پر کوئی صحیح دلیل موجود ہی نہیں ہے، جورب پر مسح کو جائز کہنے والے جن احادیث کو دلیل میں پیش کرتے ہیں ان کی خرابی بالکل ظاہر ہے۔ الخ جو شخص مزید تفصیل کے ساتھ مسئلہ دیکھنے کا خواہاں ہو وہ فتاویٰ نذیریہ کتاب الطہارت کو دیکھے۔ نوٹ: ہم نے فتاویٰ نذیریہ کی عبارت کو بعینہ پیش کیا ہے اس کو ضرور دیکھیں۔

مزید تفصیلات کیلئے نیل الاوطار جلد اول صفحہ ۱۵۷/۱۵۸ ملاحظہ ہو۔

”فتاویٰ علمائے حدیث“ جوابل حدیث کے چوٹی کے تقریباً بیس علماء کرام کے فتاویٰ نقل کر کے مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی نے مرتب کیا ہے۔ جس میں واضح عبارت کے ساتھ عام موزوں پر مسح کے عدم جواز کا فتویٰ درج ہے اس کی اردو عبارت بعینہ نقل کی جا رہی ہے شاید کسی کیلئے بصیرت افروز ہو۔ فتاویٰ علمائے حدیث کتاب الطہارة صفحہ ۹۳ پر درج ہے: حدیث مرفوع، فعل صحابہ اور قیاس، حدیث

مرفوع تو وہ ہے جس کو ترمذی نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور جراب اور جوتے پر مسح کیا، ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اس پر اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، عبد الرحمن یہ حدیث روایت نہیں کیا کرتے تھے کیوں کہ مغیرہ سے مشہور روایت موزے پر مسح کرنے کی ہے، ابو موسیٰ اشعریؓ نے بھی جراب پر مسح کرنے کی روایت نقل کی ہے لیکن اس کی سند متصل نہیں، امام مسلم نے اس کو ضعیف کہا ہے مغیرہ بن شعبہؓ سے جتنے لوگوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے انہوں نے موزے پر مسح بیان کیا ہے صرف ابو قیس اودی اور ہذیل بن شریل نے جراب کا لفظ بیان کیا ہے لیکن یہ دوسرے راویوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے، عبد الرحمن بن مہدی نے سفیان ثوری سے کہا اگر آپ مجھے ابو قیس عن ہذیل کی حدیث سنائیں تو میں اس کو آپ سے قبول نہیں کروں گا، سفیان نے کہا وہ حدیث واقعی ضعیف ہے علی بن مدینی نے کہا کہ مغیرہ کی حدیث کو مدینہ، کوفہ اور بصرہ والوں نے روایت کیا ہے، سب موزہ کا ذکر کرتے ہیں، صرف ابو قیس جراب کا تذکرہ کرتے ہیں، بیہقی نے کہا یہ حدیث منکر ہے اس کو سفیان ثوری اور عبد الرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی اور امام مسلم نے ضعیف کہا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابن دقیق العید نے اس کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے اور کہا ہے کہ ابو قیس کی روایت دوسروں کے مخالف نہیں ہے، کیوں کہ وہ تو ایک امر زائد بیان کر رہے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس روایت کے یہ الفاظ ہوتے کہ آنحضرت ﷺ نے موزوں پر اور جرابوں پر اور جوتی پر مسح کیا تو ایک امر زائد تھا لیکن اس نے تو موزے کے بجائے جراب اور جوتی کا ذکر کیا ہے تو یہ امر زائد نہیں ہے بلکہ ثقات کی مخالفت ہے باقی رہا ترمذی کا اس کو حسن صحیح کہنا تو امام نوویؒ نے کہا کہ جن لوگوں نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے ان میں سے ہر ایک امام ترمذی سے مقدم ہے اور پھر یہ اصول بھی ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ لفظ جراب مختلف المفہوم ہے، موزے کے اوپر جو لفافہ پہنا جاتا ہے اس کو جرموق کہتے ہیں اور جرموق پر جو پہنا جاتا ہے اس کو جراب کہتے ہیں تو ممکن ہے جراب سے مراد وہ لفافہ ہے جو جرموق پر پہنا جاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل تو ہماری

ہوگی نہ کہ تمہاری اور پھر یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ جراب پر مسح کرنے والوں کا مقصد تو یہ ہے کہ صرف جراب پر مسح کرنا جائز ہے حالانکہ اس حدیث میں جراب اور جوتی پر مسح کا ذکر ہے یعنی جراب کے اوپر جوتی پہنے ہوئے آپ نے مسح کیا صرف جراب پر مسح نہیں کیا۔

یہاں ایک اور بھی خدشہ ہے کہ جراب سوتی بھی ہوتی ہے اور اونی بھی، موٹی بھی اور باریک بھی اور وہ بھی جس کے نیچے چمڑا لٹکا ہوتا ہے، تو جب تک کسی خاص لفظ سے پتہ نہ چلے کہ وہ جراب جس پر آنحضرت ﷺ نے مسح کیا وہ چمڑے والی نہ تھی تب تک مقصود مجوزین ثابت نہیں ہو سکتا کیوں کہ چمڑے والی جراب تو موزہ ہی کے حکم میں ہے، اگر کہا جائے کہ دوسری جراب کا بھی تو احتمال ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس میں جب صراحت نہیں ہے تو نفس مطمئن نہیں ہو سکتا اور حضور ﷺ نے فرمایا شک والی چیز کو ترک کر دو۔ باقی رہا صحابہ کا عمل تو ان سے مسح جراب ثابت ہے اور تیرہ صحابہ کرامؓ کے نام سے صراحئاً معلوم ہوتا ہے کہ وہ جراب پر مسح کیا کرتے تھے یعنی حضرت علیؓ، ابو سعود انصاریؓ، انس بن عمرؓ، براء بن عازبؓ، حضرت بلالؓ، عبد اللہ بن ابی اوفیؓ، ہبل بن سعدؓ، ابو امامہؓ، عمرو بن حریثؓ، عمرو بن عباسؓ، اگرچہ حدیث مرفوع کے بجائے ان کے عمل سے استدلال کیا جائے تو یہ اس سے بہتر ہے لیکن ان کے عمل میں ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ فعل ایک ایسا کام ہے جس میں اجتہاد کو دخل ہے، اور جس میں اجتہاد کو دخل ہو، صحابی کا وہ فعل مرفوع حکمی نہیں کہلا سکتا، باقی رہا قیاس کا مسئلہ کہ جب موزہ پر مسح جائز ہے تو قیاساً جراب پر بھی جائز ہونا چاہیے کیونکہ ان دونوں میں کوئی فرق مؤثر نہیں ہے اس پر شبہ یہ ہے کہ اگر مسح موزہ کی کوئی علت منصوص ہوتی تو اس علت کی بنا پر جراب کے مسح کو اس پر قیاس کر لیا جاتا، لیکن یہاں کوئی علت منصوص نہیں ہے ممکن ہے ہم کوئی اور علت سمجھیں اور حقیقت میں کوئی اور ہو، اگر سوال کیا جائے کہ صحابہؓ کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی مخالفت کریں تو آخر کسی دلیل کی بنا پر ہی صحابہؓ نے جراب پر مسح کیا ہوگا اگرچہ وہ ہم کو معلوم نہیں، تو ہم بھی اس وجہ سے مسح کر لیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صحابہؓ سے کوئی نقلی دلیل ہے تو وہ کہاں ہے کیسی ہے، جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے، ہم قرآن اور متواتر حدیث کے

مضمون کو کیوں چھوڑ دیں اور اگر صحابہؓ کے فعل سے استدلال کیا جائے تو اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے اور پھر یہ بھی تو معلوم نہیں کہ صحابہؓ کو کسی جراب پر مسح کیا کرتے تھے جب تک ان تمام باتوں کی وضاحت نہ ہو جائے ہم کتاب اللہ کے مضمون کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ واللہ اعلم مسئلہ: جرابوں پر مسح کرنا حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور مغیرہؓ کی حدیث جو ترمذی میں ہے۔

”مسح رسول اللہ ﷺ علی الجوربین والنعلین“ وہ حدیث ضعیف ہے نصب الراية میں ہے۔ ”وذكر البيهقي حديث المغيرة هذا وقال انه حديث منكر ضعفه سفیان الثوري وعبد الرحمن بن مهدي واحمد بن حنبل ويحيى بن معين قال النووي كل واحد من هؤلاء لو انفرد به قدم على الترمذی مع ان الجرح مقدم على التعديل قال واتفق الحافظ على تضعيفه ولا يقبل قول الترمذی انه حسن صحيح انتهى“ (اور بیہقی سے مغیرہ کی اس حدیث کو بیان کر کے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے سفیان ثوری اور عبد الرحمن بن مہدی اور احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے امام نوویؒ نے کہا کہ ہر ایک ان میں سے اگر اکیلا بھی بیان کرتے تو بھی ترمذی سے بڑھ کر ہے، باوجود اس کے کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر اور کہا کہ حفاظ حدیث نے اس حدیث کو ضعیف کرنے پر اتفاق کیا ہے اور امام ترمذی کا قول کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے مقبول نہیں ہے) اور ابوموسیٰ کی حدیث جو ابوداؤد میں ہے۔

”توضاً رسول الله صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين والنعلين“۔

امام ابوداؤد اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں، ليس بالمتصل ولا بالقوى“ بفرض صحت اس حدیث کے یہ جرابین جن پر رسول اللہ ﷺ نے مسح کیا معلوم نہیں کہ چمڑے کے تھے یا اون کے یا سوت کے کیوں کہ لغت میں جورب کا اطلاق جیسا سوتی اونی پر ہوتا ہے اسی طرح چمڑے کے بنے ہوئے پر بھی ہوتا ہے۔ ”قال الطيبي الجورب لفافة الجلد وهو خف معروف من نحو الساق وقال النسوكاني في النيل الخف نعل من ادم يغطي الكعبين والجرموق اكبر منه يلبس فوقه والجورب اكبر من الجرموق“

اور شیخ عبدالحق دہلوی لمعات میں فرماتے ہیں: الجورب خف يلبس على الخف الى الكعب للبرد ولصيانة الخف الاسفل من الدرن والغسالة، رسول اللہ اور بعض صحابہؓ کے مسح کرنے سے جوربین پر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مطلق جوربین پر مسح جائز ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ وہ جرابیں چمڑے کی تھیں یا اور چیز کی ہاں اگر کوئی قولی حدیث ایسی ملے جس میں حکم ہو کہ ”امسحوا علی الجوربین“ پھر تو مطلق جرابوں پر مسح اس سے ثابت ہو جائے گا، واذ لیس فلیس ہاں اگر جرابیں اون اور سوت کی ایسی سخت ہوں کہ سختی میں چمڑے کی برابری کریں پس وہ چمڑے کا حکم رکھتی ہیں اور ان پر مسح جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(حررہ عبد الجبار الغزنوی عفی عنہ۔ مجموعہ فتاویٰ مولوی عبد الجبار: صفحہ ۱۰۲)

چند ضروری مسائل

- (۱) بہتر یہ ہے کہ جس وقت مکمل وضو کرے اس کے بعد موزہ پہن لے اس کے بعد جب وضو ٹوٹے گا اور دوبارہ وضو کرنا چاہئے تو صرف منہ ہاتھ دھوئے سر اور موزے پر مسح کرے۔
- (۲) مسح شرعاً تر اور بھیگے ہوئے ہاتھ کا مخصوص زمانے میں مخصوص موزے پر پھیرنا ہے مخصوص زمانے سے مراد ایک دن ایک رات مقیم کیلئے اور تین دن تین رات مسافر کیلئے مخصوص موزے سے مراد وہی ہے جس میں خفین کی شرطیں ہوں۔ (در مختار)
- (۳) مسح کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو تر کر کے داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے داہنے موزے کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے سرے پر رکھ کر انگلیوں کو ٹخنوں تک اس طرح کھینچ لے کہ موزے پر تر انگلیوں کے نشان بن جائیں۔ (عالمگیری)
- (۴) موزے پر مسح کی تین شرطیں (۱) موزہ قدم کو ٹخنوں سمیت چھپائے اور پاؤں کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا نہ ہو۔ (۲) تمام موزے میں قدم بھرا ہوا ہو، موزہ خالی نہ ہو تو اگر موزہ کشادہ ہے اور جہاں پاؤں نہیں ہے وہاں مسح کیا تو مسح جائز نہ ہوگا
- (۳) موزہ ایسا ہو کہ اس میں جوتے کے بغیر عادت کے موافق تین میل چلنا ممکن ہو۔ (در مختار مع الشامی)

(۵) اگر موزہ ٹخنوں سے نیچے ہے تو مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

(۶) جس موزہ پر مسح کرنا جائز ہے اگر وہ اتنا گھس جائے کہ بغیر جوتے پہنے ہوئے اس پر چلنے سے اس کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہے تو اس پر بھی مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

(۷) سوتی اور موٹی اونی جرابیں جن میں مسح کے جواز کی شرطیں نہ ہوں ان پر مسح کرنا درست نہیں ہے اس لئے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی صحیح نہیں ہے، جو ان موزوں پر مسح کر کے نماز پڑھتا ہو اگر اس کے پیچھے کوئی نماز پڑھی گئی، ہو تو اس نماز کا لوٹنا ضروری ہے کیونکہ اس نے بغیر وضو کئے نماز پڑھائی ہے۔

(۸) موزوں پر مسح کیلئے نیت شرط نہیں ہے۔

(۹) موزے پر صرف ایک بار مسح کرے کئی مرتبہ مسح کرنا سنت نہیں ہے۔

(۱۰) یہ جائز نہیں ہے کہ ایک پاؤں میں موزہ پہن کر مسح کرے اور دوسرے پاؤں کو دھوئے بلکہ یا تو دونوں میں موزہ پہن کر مسح کرے، یا دونوں کو دھوئے۔

(۱۱) مرد و عورت سب کیلئے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

(۱۲) حیض والی عورت اور جنابت والے مرد کیلئے موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱۳) مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں پانی سے تر کر کے پیر کے اگلے حصے موزوں پر اس طرح رکھے کہ ہاتھ کی انگلیاں پیروں کی انگلیوں پر اور ہتھیلی الگ رکھے پھر انگلیوں کو کھینچ کر ٹخنے کی طرف لے جائے اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھ دے اور ہتھیلی سمیت انگلیوں کو لے جائے تو بھی درست ہے۔

(۱۴) موزوں کے اوپر کی طرف مسح کرے، صرف تلوے پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ کافی ہے، اس لئے کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اگر دینی مسائل کی بنیاد صرف عقل پر ہوتی تو موزے کا نیچے کا حصہ اوپر والے حصے کی بنسبت مسح کیلئے زیادہ موزوں تھا حالانکہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ موزہ کے اوپر والے حصہ پر مسح فرمایا کرتے تھے۔

(۱۵) اگر کوئی التامسح کرے یعنی ٹخنوں کی طرف سے انگلیوں کی طرف لائے تو بھی جائز ہے لیکن مستحب کے خلاف ہے ایسے ہی اگر کوئی لمبائی میں مسح نہ کرے بلکہ پیر کے اوپر والے حصہ پر چوڑائی میں مسح کرے تب بھی درست ہے لیکن مستحب کے خلاف ہے۔

(۱۶) اگر پوری انگلیوں کو موزہ پر نہ رکھا لیکن صرف انگلیوں کا سرا موزہ پر رکھا اور انگلیاں کھڑی رکھیں تو یہ مسح درست نہیں ہوا البتہ اگر انگلیوں سے برابر پانی ٹپک رہا ہے جس سے تین انگلیوں کے برابر پانی موزہ کو لگ جائے تو مسح درست ہو جائے گا۔

(۱۷) ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر ہر موزہ پر مسح کرنا فرض ہے اس سے کم میں درست نہیں ہوگا۔

(۱۸) اگر ایک پاؤں پر دو انگلیوں کے مقدار کے برابر دوسرے پاؤں پر پانچ یا چار انگلیوں کی مقدار کے برابر مسح کیا تو جائز نہیں ہے۔

(۱۹) اگر کسی نے موزہ پر مسح نہیں کیا لیکن بارش برستے وقت باہر نکلا یا بھیگی گھاس میں چلا جس سے موزہ بھیگ گیا تو مسح ہو گیا۔

(۲۰) اگر موزہ اتنا چھوٹا ہو کہ ٹخنے موزے کے اندر چھپے ہوئے نہ ہوں تو اس پر مسح درست نہیں

(۲۱) اگر کوئی شخص چمڑے کے دو موزے ایک ساتھ ایک کے اوپر پہن لے تو اوپر والے موزہ کا اعتبار ہے، لہذا اگر اوپر والے موزے پر مسح کیا اس کے بعد اس کو اتار تو مسح ختم ہو جائیگا، نیچے والے موزہ پر دوبارہ مسح کرنا لازم ہے، ایسے ہی اگر اوپر والا موزہ تین انگل کے برابر پھٹ جائے تو مسح کرنا جائز نہ ہوگا۔

(۲۲) اگر بغیر وضو کئے موزہ پہن لیا تو اس پر بھی مسح درست نہیں ہے موزہ اتار کر پیر دھونا چاہئے، یعنی اگر کسی کا پہلے سے وضو نہیں ہے اور وہ بالکل وضو نہ کرے اور موزہ پہن لے تو ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، اگر صرف پاؤں دھو کر پہن لئے اور باقی وضو نہیں کیا تب بھی مسح جائز نہیں ہے، اور اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لئے اور اس کے بعد وضو پورا کر لیا اس کے بعد وضو ٹوٹا تو اب مسح جائز ہے اور اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لئے اس کے بعد باقی وضو کرنا شروع کیا مگر ابھی پورا وضو نہ کرنے پایا تھا کہ وضو ٹوٹ گیا تو اب مسح جائز نہیں ہے۔

(۲۳) اگر مسح کرنے والا امامت کر رہا ہو اور اسکے پیچھے مقتدی پیر دھونے والے ہوں تو امام کی امامت اور مقتدیوں کی اقتداء درست ہے۔

(۲۴) اگر سوتی موزوں پر چڑے کے موزے پہن لئے تو چڑے کے موزوں پر مسح درست ہے
(۲۵) اگر چڑے کے موزوں کے اوپر سوتی موزے پہن لئے تو ان سوتی موزوں کو نکال کر چڑے کے موزوں پر مسح کرے اگر ان پر ہی مسح کیا تو مسح درست نہ ہوگا ہاں اگر پانی خفین تک پہنچ گیا تو مسح ہو گیا۔
(۲۶) غسل کرنے والے کو مسح کرنا جائز نہیں ہے خواہ غسل فرض ہو یا غسل سنت ہو
(۲۷) اگر کسی کا صرف ایک ہی پاؤں ہے خواہ ایسا پیدائشی ہے یا ایک پاؤں ٹخنوں کے اوپر سے کٹ گیا اس حالت میں یہ شخص اگر اسی ایک موزہ پر مسح کرے گا تو جائز ہے۔

(۲۸) اعضاء کے دھونے میں جو تری رہ جاتی ہے اس سے مسح جائز ہے خواہ پانی ٹپکتا ہو یا نہیں اور سر کا مسح کرنے کے بعد جو تری رہ جاتی ہے اس سے مسح جائز نہیں ہے بلکہ نیا پانی لینا ہوگا۔

مسح کے سنن اور مستحبات

(۱) ہاتھ سے مسح کرنا نہ کسی اور چیز مثلاً لکڑی وغیرہ سے۔

(۲) مسح کرتے وقت ہاتھ کی انگلیوں کا کشادہ رکھنا۔

(۳) انگلیوں کو موزہ پر رکھ کر اس طرح کھینچنا کہ موزوں پر نشان بن جائیں۔

(۴) مسح پیر کی انگلیوں کی طرف سے کرنا نہ کہ پنڈلیوں کی طرف سے۔

(۵) مسح پنڈلی کی جڑ تک کرنا اس سے کم نہیں۔

(۶) ایک ہی ساتھ دونوں موزوں کا مسح کرنا۔

(۷) داہنے ہاتھ سے داہنے موزے کا مسح کرنا اور بائیں ہاتھ سے بائیں موزے کا۔

(۸) ہاتھ کی تھیلیوں کی جانب سے مسح کرنا نہ کہ پشت کی جانب سے۔

موزوں پر مسح کی مدت

”عن خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ عن النبی انہ سہل عن المسح علی الخفین

فقال للمسافر ثلث وللمقیم یوم“ (ترمذی شریف جلد ۱/ ۲۷)

خزیمہ بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے خفین (موزوں) پر مسح کی مدت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مسافر کیلئے تین دن اور مقیم کیلئے ایک دن (یعنی مسافر تین دن اور تین رات کر سکتا ہے اور مقیم ایک دن اور ایک رات تک کر سکتا ہے)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مسافر کیلئے مسح کی مدت تین دن تین راتیں مقرر فرمائی اور مقیم کیلئے ایک دن ایک رات۔ (مسلم شریف)

مسئلہ: (۱) جس وقت پورا وضو کرنے کے بعد موزہ پہن لے اس کے بعد جب وضو ٹوٹ جائے اور دوبارہ وضو کرنا چاہئے تو صرف ہاتھ منہ دھوئے سر اور موزے پر مسح کرے اسی طرح چوبیس گھنٹے کے اندر جب کبھی وضو ٹوٹے منہ ہاتھ دھو کر سر اور موزے پر مسح کرے۔ لیکن چوبیس گھنٹے ”وضو ٹوٹنے“ کے وقت سے شمار ہوں گے، مثلاً ایک شخص نے ایک بجے ظہر کی نماز کیلئے وضو کر کے موزہ پہن لیا، پھر دو بجے اس کا وضو ٹوٹ گیا اور چار بجے دوبارہ وضو کر کے موزہ پر مسح کیا تو اگلے دن دو بجے تک موزے پر مسح کرنا جائز ہے، یہ مدت اسی شخص کیلئے ہے جو مقیم ہو (یعنی سفر میں نہ ہو) اور اگر شرعی مسافر ہے تو اس کیلئے دو بجے سے (۷۲) بہتر گھنٹے تک مسح کی اجازت ہے۔

(۲) موزوں پر مسح اس وقت جائز ہے جب کہ صرف وضو ٹوٹا ہو لیکن اگر غسل واجب ہو گیا تو موزوں پر مسح کافی نہ ہوگا موزوں کو نکالنا پڑے گا خواہ مدت پوری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، مثلاً ایک شخص نے چار بجے عصر کی نماز کیلئے وضو کر کے موزہ پہن لیا پھر پانچ بجے اس کا وضو ٹوٹ گیا تو شرعاً اس کو کل پانچ بجے تک موزوں پر مسح کی اجازت تھی لیکن رات کو غسل واجب ہوا تو اب موزوں پر مسح نہ ہوگا بلکہ موزوں کو نکال کر پورے بدن کو پیروں کے ساتھ دھونا ضروری ہے۔

موزے کا مسح کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟

(۱) جو چیز وضو کو توڑ دیتی ہے اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے، سو جس وقت وضو کرے اس وقت موزوں پر مسح بھی کرے۔

(۲) موزوں کا پیروں سے نکلنے یا نکالنے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے مثلاً ایک شخص نے مکمل وضو کرنے کے بعد موزے پہن لئے پھر وضو ٹوٹا اور نیا وضو کر کے موزوں پر مسح کیا ابھی وضو اس کا باقی تھا کہ اس نے موزے نکال دیئے تو مسح ٹوٹ گیا۔ وضو نہیں ٹوٹا اب صرف دونوں پیر دھوئے باقی وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳) اگر صرف ایک موزہ نکالا تب بھی مسح ٹوٹ گیا اور دوسرا موزہ بھی اتار کر صرف دونوں پاؤں کو دھوئے اگر وضو باقی ہے۔

(۴) مسح کی مدت پوری ہونے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے اگر مدت پوری ہونے کے وقت وضو تھا تو موزے اتار کر صرف پیر دھوئے پورے وضو کا دہرانا ضروری نہیں ہے اور اگر وضو بھی ٹوٹ گیا تو موزے اتار کر پورا وضو کرے۔

(۵) اگر کوئی شخص ایسے سرد علاقہ میں ہے کہ وہاں اگر موزے نکالے گا تو سردی کی وجہ سے پاؤں بالکل بے کار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے تو ایسے وقت مسح کی مدت ختم ہو جانے کے باوجود برابر مسح اس پر کرتے رہنا جائز ہے۔

(۶) موزہ پر مسح کرنے کے بعد کہیں ایک پیر میں پانی پڑ گیا اور موزہ ڈھیلا تھا اس لئے موزہ کے اندر پانی چلا گیا اور پانی سے سارا یا آدھا سے زیادہ پاؤں بھگ گیا تو بھی مسح ٹوٹ گیا دونوں موزوں کو نکال کر دونوں پیروں کو اچھی طرح دھوئے۔

(۷) جو موزہ اتنا چھٹ گیا ہو کہ چلنے میں پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر پاؤں کھل جاتا ہے تو اس پر مسح درست نہیں ہے اور اگر اس سے کم کھلتا ہے تو مسح درست ہے۔

(۸) اگر موزوں کی سلائی کھل گئی لیکن اس میں سے پیر نہیں دکھائی دیتا تو مسح درست ہے، اور اگر ایسا ہو کہ چلتے وقت تین انگلیوں کے برابر پیر دکھائی دیتا ہے اور چلے بغیر نہیں دکھائی دیتا تو مسح کرنا درست نہیں ہے۔

(۹) اگر ایک موزہ اتنا چھٹا ہے کہ اس میں دو انگلیوں کے برابر پیر کھل جاتا ہے اور دوسرا موزہ اتنا چھٹا

ہے کہ اس میں ایک انگلی کے برابر نیچے پیر نظر آتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے دونوں پر مسح جائز ہے اور اگر ایک ہی موزہ کئی جگہ سے چھٹا ہے اور سب ملا کر تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے تو مسح کرنا جائز نہیں اور اگر اتنا کم ہو کہ سب ملا کر بھی تین انگلیوں کے برابر نہیں ہوتا تو مسح درست ہے۔

(۱۰) کسی نے موزہ پر مسح کرنا شروع کیا اور ایک دن ایک رات گزرنے نہیں پایا تھا کہ مسافر ہو گیا (یعنی مدت سفر میں گیا) تو تین دن تین رات مسح کرتا رہے اور اگر سفر میں نکلنے سے پہلے ہی ایک دن ایک رات گزر جائے پھر سفر کیا تو چونکہ مدت ختم ہو گئی پیر دھو کر پھر سے موزہ پہنے۔

(۱۱) اگر ایک شخص سفر میں موزے پر مسح کرتا تھا پھر مقیم ہو گیا یعنی گھر آ گیا تو اگر ایک دن ایک رات پورا ہو چکا ہے اب موزے اتار دے اس پر مسح درست نہیں ہے اور اگر ابھی ایک دن ایک رات بھی پورا نہ ہوا تو مقیم ہونے کے بعد بھی اس وقت تک مسح کرتا رہے جب تک وہ ایک دن ایک رات پورا ہو جائے اس سے زیادہ تک مسح کرنا درست نہیں ہے۔

(یہ تمام مسائل در مختار، شامی، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خان، بہشتی زیور منیہ المصلیٰ، مسائل خفین اور صغیری سے لئے گئے ہیں)

واضح رہے جہاں موزے پر مسح کے جواز کا ذکر آیا ہے وہاں شرعی موزہ (یعنی چمڑے کا موزہ) مراد ہے عام سوئی یا نائیلان موزہ مراد نہیں ہے۔

(مفتی محمد مظفر حسین قاسمی دارالافتاء والقضاء دارالعلوم سوپور کشمیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

43

یہ کتاب کا تیسرا ایڈیشن ہے اس میں اضافہ نہیں کیا گیا ہے، البتہ اس دوران ایک غیر مقلد عالم مولوی ظہور احمد مدنی نے عام موزوں پر مسح کے جواز پر ایک کتاب لکھ کر شائع کی تھی میں نے اس کتاب کا جواب لکھا اور وہ ”عام موزوں پر مسح کا عدم جواز اور محترم ظہور احمد مدنی کی کتاب کا علمی و تحقیقی جائزہ“ کے نام سے شائع ہو کر علماء کرام سے داد تحسین حاصل کر چکا ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ میری دونوں شائع شدہ کتابوں کو بغور پڑھیں، ان شاء اللہ مسئلہ کا ہر پہلو واضح ہو کر جمہور کے موقف کی قوت کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔

فقط والسلام

(حضرت مولانا مفتی محمد مظفر حسین قاسمی)

تقریظ از مولانا مفتی بشیر احمد صاحب

استاذ حدیث دارالعلوم سوپور

دور حاضر میں چونکہ ایک طبقہ عام موزوں پر مسح کے جواز کو عام کرنے کی سعی میں لگا ہوا ہے اور اس پر انکی تالیفات بھی سامنے آئی ہیں جسکی وجہ سے عام انسان پریشان و حیران ہے ضرورت تھی کہ ایسا کتابچہ منظر عام پر آئے جس سے مخالفین کا جواب بھی ہو اور عام لوگوں کی پریشانی کا ازالہ بھی ہو محترم و مکرم مفتی مظفر حسین صاحب کی تالیف ”شرعی موزوں پر مسح کا شرعی حکم“ اس سلسلے کی ایک اہم کوشش ہے جس میں مفتی مظفر حسین صاحب نے عام موزوں پر مسح کے عدم جواز کو احادیث نبوی و ائمہ اربعہ کی اراء سے واضح اور متحکم کیا ہے نیز مخالفین کے دلائل کے جوابات نے اس مضمون کو اور دلکش بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مذکورہ تالیف مصنف اور قارئین کیلئے نجات کا باعث بنے، آمین۔ ثم آمین

بشیر احمد بٹ

استاذ الحدیث دارالعلوم سوپور کشمیر

”کلمات بابرکات“

حضرت مولانا حمید اللہ صاحب زید مجاہد

اسلام اللہ کا دین وحید ہے، مکان و زمان (Space and time) اللہ کی مخلوق ہیں، دین حق اور ان میں باہم رشتہ اور ہم آہنگی ہے، کوئی ذرہ (atom) حیطہ علم ربانی سے خارج نہیں، اس لئے اسلام دین خالد اور ہمہ گیر اور عالمگیر دستور زندگی ہے، کمزوری انسانی فہم میں ہے نہ کہ دین متین میں ہے، اس میں ہر وقت و ہر جگہ رہبری، تطبیق، نفاذ و قیادت کی پوری صلاحیت اور قوت ہے۔ اسلام نے شروط و قیود کے ساتھ تنگی میں گنجائش اور سہولت فراہم کی ہیں، ان کی نزاکت اور لطافت کا علم و ادراک خاص خاص اہل کمال، ائمہ و علماء کو ہی حاصل ہوتا ہے، یہاں پہنچ کر دانا و بیٹا آدمی وہی ہے جو ان کی پیروی کرے صائب الرائے محقق شارح سمجھ کر نہ کہ شارح..... اللہ کے ان بے شمار کرموں میں سے ایک کرم خفین پر مسح کرنے کی اجازت بھی ہے لیکن دور حاضر میں کچھ لوگوں نے خام استدلال سے نانیلون موزوں پر مسح جائز قرار دیا جب کہ جمہور (majority) علماء اہل سنت والجماعت اس کو ناجائز قرار دیتے آ رہے ہیں، اس کے بارے میں واضح اور مستند شرعی دلائل امت کے بھی سامنے لائے گئے ہیں۔ اسی سلسلے کی یہ کتابچہ بھی ایک کڑی ہے، جو اس بارے میں عروہ وثقی کا مقام رکھتی ہے، اس کے مرتب گرانقدر عالم ربانی اور محقق حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کشمیری حفظہ اللہ ہیں، آئے دن امت کیلئے کامیابی کی شاہراہ وہی جادہ حق ہے جس پر اکثر علماء حق گامزن ہوں، یہ بات زیر نظر رکھ کر نانیلون وغیرہ موزوں میں مسح نہیں کرنا چاہیے اور ایسے موزوں پر مسح کرنے والوں کے پیچھے ہرگز نماز نہیں پڑھنی چاہیے وہ اتنے گرتے ہیں کہ گرمیوں میں بھی موزوں پر مسح کر کے اپنی نماز برباد کرتے ہیں (الامان الامان) عمر ایک بار اور آخری بار ملتی ہے اس میں احتیاط برتنی چاہیے جیسا کہ سینکڑوں امور دنیا میں ہم احتیاط برتتے ہیں دین میں کیوں اتنے سست ہو چکے ہیں کہ نماز خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ اللہ کامل ہدایت کرے اور ظاہری و باطنی طہارت نصیب کرے۔

عبدہ سبحانہ۔ (مولانا) حمید اللہ۔ عفا اللہ عنہ

دارالعلوم سواہ السبیل کھانڈی پورہ کولگام

۲۵/ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ

تصدیق

مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب مفتی و مہتمم دارالعلوم المصطفوی بارہمولہ کشمیر
محترمی و مکرمی و مشفق حضرت الحافظ مفتی مظفر حسین صاحب زید مجدہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہ بندہ الحمد للہ بخیر ہے

مزید اینکه! آجناب نے روایتی شفقت و حسن ظن کا مظاہرہ فرماتے ہوئے جو کتابچہ
”شرعی موزوں پر مسح کا شرعی حکم“ بغرض ملاحظہ عرصہ قبل روانہ فرمایا تھا احقر نے اپنی ہچچدانی، علمی کم
مائیگی اور بے بضاعتی کے انتہا لامر الکرم اسے اچھی طرح دیکھا لیکن اپنی قلیل استعداد اور ناکافی
معلومات کی حد تک مجھے اس میں کوئی قابل اصلاح بات نظر نہیں آئی، بجز اس کے کہ عوام مسلمین کی
علمی و ذہنی سطح نیز موجودہ دور قحط الرجال کے پیش نظر اگر زبان میں مزید تسہیل کی جائے تو قول رسول
صلی اللہ علیہ وسلم ”یسرُوا ولا تعسروا“ کے عملی نمونہ کے ساتھ ساتھ کتاب ہذا کی افادیت
و نافعیت کا دائرہ نسبتاً زیادہ وسیع ہو سکتا ہے اور جہاں تک کتاب کے مباحث و مندرجات کا تعلق ہے
تو میں بلا کسی تملق یا اطراء مادح کے مخلصانہ عرض کرتا ہوں کہ احقر نے ان سے بہت استفادہ کیا اور
یقین جانئے عقیدت مندی سے معری نگاہ سے دیکھنے اور کسی قسم کی مرعوبیت کے بغیر پرکھنے کے
باوجود بھی کتاب ہذا۔

م یزیدک وجہہ حسنا اذا مازدته نظرا

کا منظر پیش کر رہی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ اس دور پر فتن اور ذہنی ارتداد، اباحت پسندی نیز جبر و استحصال
کی سنگینیوں کے سائے میں رہتے ہوئے جس طرح آں محترم نے آوازہ حق بلند کیا ہے وہ جہاں

آپ کیلئے سراپا سعادت اور ہمارے لئے باعث تقلید ہے وہیں جرأت مندانہ ان دین فروش عالم
نما جاہلوں اور شریعت غراء کے دامن عصمت سے دست درازی کی گستاخانہ جسارت کرنے والوں
کیلئے بھی ایک بھرپور اور ذلت آمیز علمی و عقلی طمانچہ ہے جو اپنی معاشی و جواہات یا احساس کمتری کی
بناء پر، ہسٹریائی انداز میں تحریراً و تقریراً علمی بے بضاعتی اور اخلاقی دیوالیہ پن کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے
ہیں نیز ان کیلئے قیاس کن زگلستان من بہار مرا کا ہیبت ناک پیغام بھی ہے۔ بہر کیف اس وقیع علمی
و تحقیقی تالیف پر میری طرف سے مخلصانہ مبارکباد قبول فرمائے، اس دعا کے ساتھ کہ

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

آمین آمین لا ارضی لواحدہ

حتی از یدالیہ الف امینا

وانا الاحقر عبد الرحیم غفرہ اللہ بارہمولہ کشمیر

۱۳/۸/۱۴۱۱ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تقریظ

مولانا شفیق الرحمن القاسمی صاحب

ایکڈمی آف آرٹ اینڈ کلچرل لیٹریچر لال منڈی سرینگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین اسلام جو سراسر دین فطرت ہے اور جس کے احکام منجانب اللہ تمام انسانوں کی قدرت واستطاعت کے عین مطابق نازل ہوئے ہیں، ائمہ مجتہدین وفقہاء دین نے ان احکام کو امت مسلمہ کے سامنے کھول کھول کر بیان فرما دیا ہے، فقہ اور اصول فقہ کی کتب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ ان اسلاف عظام اور فقہائے کرام نے اصول دین سے مسائل دین کا استنباط کرتے وقت ”یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاۃ“ اور ”الدین یسر“ کی بھرپور رعایت فرمائی ہے۔ اور مسائل بیان کرتے وقت اس بات کا بدرجہ اتم لحاظ فرمایا ہے کہ اللہ کا دین تحریف سے محفوظ رہے اور ”لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها“ فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو آسانیاں عنایت فرمائیں ان کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

غرض یہ کہ اگر نفس پرستی اور حد سے زیادہ سہل انگاری کی روش ترک کر کے دل مردم شناس اور چشم بصیرت سے فقہاء اسلاف کے بیان فرمودہ مسائل کا جائزہ لیا جائے تو (الدین یسر) قاعدہ شرعیہ کو سامنے رکھتے ہوئے ان مسائل میں مزید آسانیاں تلاش کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی لیکن اس کے باوجود امت مسلمہ کے کچھ نادان خیر خواہ اپنے ناقص علم واجتہاد کے سہارے ایسے ایسے مسائل و فروع منظر عام پر لا رہے ہیں جن سے امت مسلمہ میں تحریف فی الدین اور بدعت و ضلالت کا دروازہ کھل جاتا ہے انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ مسح علی الجوزین کا ہے جو ایک خاص گروہ کی

طرف سے یہاں پچھلے چند سالوں سے منظر عام پر لایا گیا ہے، چونکہ بظاہر یہ مسئلہ نہایت ہی شد و مد اور مدلل انداز سے بیان کیا گیا ہے، لہذا جدت پسند اور سہل نگار طبائع کے حامل افراد نے اس مسئلے کو بیش بہا نعمت سمجھ کر ہاتھوں ہاتھ لیا ہے اور عام قسم کے سوتی موزوں پر سردی اور پاؤں نکالنے کی زحمت سے بچنے کیلئے مسح کرنا شروع کر دیا، اور جب عام دین پسند افراد ان سے وجہ جواز دریافت کرتے ہیں تو یہ من چلے حضرات سادہ لوح اور کم علم مسلمانوں کو اپنے من گھڑت دلائل کے جال میں الجھا کر یا اپنی پیروی کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں یا کم از کم اپنے معترضین کی زبان پر مہر خاموشی لگا دیتے ہیں اس طرح یہ مسئلہ بہتیرے لوگوں کی نماز جیسی اہم عبادت کیلئے باعث فساد اور بہت سے لوگوں کیلئے ایک جواب طلب سوال بن کر رہ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے رفیق محترم جناب فاضل اجل حضرت مولانا المفتی مظفر حسین صاحب القاسمی کو کہ انہوں نے اپنی خداداد علمی صلاحیت اور اپنے روز و شب کی عرق ریزی اور محنت کے ذریعہ اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرمائی اور اس مسئلہ کو دلائل شرعیہ نقلیہ و عقلیہ کی روشنی میں اس طرح بیان کر دیا کہ ان کی تالیف منتسبین جواز کیلئے مہر سکوت اور اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے ضلالت و گمراہی میں مبتلا عوام کیلئے چراغ حق نما اور داعیان حق کیلئے ایک بہترین رہنما ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فقیہ ملت شہید اسلام الحاج المفتی جمال الدین القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی خاص جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے کہ انہوں نے یہ ایک تحریری استفتاء کر کے فاضل مؤلف کو اس عظیم علمی تالیف کے کام کی طرف متوجہ کیا۔ ناظرین کرام کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس کتاب کا بغور مطالعہ کریں اور اس مسئلہ کو عوام الناس میں لانے کی بھرپور سعی کریں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف محترم کے فیوض علمیہ سے پوری امت مسلمہ اور خصوصاً کشمیر کو زیادہ سے زیادہ مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(مولانا مفتی) احقر شفیق الرحمن القاسمی

مؤلف کی دیگر تصانیف

- (۱) استنجاء اور طہارت کے آداب و احکام
- (۲) شرعی موزوں پر مسح کا شرعی حکم
- (۳) رفع یدین کا دوام اور اس کا ثبوت
- (۴) کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟
- (۵) نماز میں آمین کا حکم
- (۶) ایصال ثواب کے آداب و احکام
- (۷) بیس رکعات تراویح
- (۸) اذان و اقامت کے کلمات اور مختصر تاریخ
- (۹) فضائل و مسائل اعتکاف
- (۱۰) حج و عمرہ کا آسان طریقہ
- (۱۱) قربانی، عقیقہ، ذبح اور زکوٰۃ کے چند مسائل
- (۱۲) تبرکات اولیاء اور مقامات مقدسہ (غیر مطبوعہ)
- (۱۳) ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے
- (۱۴) مرزا اور مرزائی تعارف و احکام



